امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے امام حسن بصری رضی اللہ عنہ
کی ملاقات اور استفادہ کے موضوع پر معرکۃ الآرا کتاب

تصنیف

حضرت خواجہ محمد فخر الدین دہلوی قدس سرہ

تقدیم و ترجمہ

مفتی شاہ حسین گردیزی

ناشر
دار العلوم مہریہ ○ گلشن اقبال ○ کراچی

جملہ حقوق محفوظ ھیں

نام کتاب ـــــ فخر الحسن

مصنف ـــــ خواجہ محمد فخرالدین دہلوی قدس سرہ

مترجم ـــــ مفتی شاہ حسین گردیزی

کتابت ـــــ تنویر الکتابت اینڈ پرنٹنگ پوائنٹ کراچی

تصحیح ـــــ فیض علی شاہ، زبیر شاہ

اوراق بندی ـــــ شفاعت رسول بھٹی

صفحات ـــــ ۹۶

تعداد ـــــ ایک ہزار

تاریخ اشاعت ـــــ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / مارچ ۱۹۹۴ء

مطبع ـــــ مشہور پریس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

ناشر ـــــ مکتبہ مہریہ۔ دارالعلوم مہریہ۔ گلشن اقبال کراچی

تقدیم

حضرت شاہ محمد فخر الدین دہلوی قدس سرہ بن حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ ۱۱۲۶ھ کو اورنگ آباد ریاست حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ کو آپ کی ولادت کی اطلاع پہنچی تو بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اور فخر الدین نام تجویز کیا۔ اور اس سلسلہ میں آپکے والد ماجد کو جو مکتوب ارسال کیا اس میں آپ کے لیے کئی بشارتوں کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ لڑکا دہلی میں رشد وہدایت کی شمع روشن کرے گا۔

آپ اپنے والد ماجد حضرت شاہ نظام الدین، مولانا عبدالحکیم اور مولانا میاں محمد جان سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مشہور محدث حافظ اسعد الانصاری المکی ثم اورنگ آبادی اور شیخ محمد ابراہیم گردی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار آپ کو زبانی یاد تھی۔ اس کے علاوہ طب بھی سیکھی اور سپاہ گری کے فنون میں مہارت حاصل تھی۔

۱۶ برس کے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور ابھی آپ کی تعلیم بھی مکمل نہیں تھی لیکن والد ماجد نے آپ کو بچپن میں بیعت کرلیا تھا اور انتقال سے پہلے باطنی نعمت سے بھی سرفراز کر گئے تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ فوج میں رہے، اس کے بعد خانقاہ میں مقیم ہوگئے۔ ریاضتوں اور مجاہدوں میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ پھر دہلی جانے کا ارادہ کیا اور ۱۱۶۵ھ میں اورنگ آباد سے دہلی کے لیے پاپیادہ روانہ ہوئے۔ دہلی میں اجمیری دروازہ میں قیام کیا اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ میزان سے لے کر بخاری ومسلم تک کتابیں پڑھاتے تھے۔

آپکے اس مدرسہ کی شہرت دور دور تک ہوگئی اور طلبہ بھی دور دراز سے آنے لگے۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی بھی طالب علم کی حیثیت سے آپ کے پاس رہے اور استفادہ کیا۔ آپکے مشہور مریدین وخلفاء اس مدرسہ کے طالب علم ہی تھے۔

آپ کو کتابوں سے بڑا لگاؤ تھا۔ اکثر وقت مطالعہ میں مشغول رہتے، کتابیں خریدتے

بھی تھے اور بعض اوقات قرض پر بھی خرید تے تھے۔ آپ نے ضرورت کے تحت کچھ کتابیں لکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں: نظام العقائد، رسالہ مرجیہ، فخر الحسن، رسالہ عین الیقین۔ یہ کتابیں آپ کے علمی تبحّر کی آئینہ دار ہیں۔

آپ نہایت سخی اور جواد تھے، پریشان حال کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کسی حاجت مند کی حاجت روائی کے بغیر انہیں چین نہ آتا۔ ایک دفعہ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب جہاز پر سوار ہونے لگے ایک بڑھیا نے عرض کی مجھے لڑکی کی شادی کرنی ہے اور گھر میں فاقے ہیں کس طرح یہ کام کروں، آپ نے فوراً اپنا سامان اتار لیا اور جو کچھ زادِ راہ تھا اس بڑھیا کے حوالے کر دیا اور خود وطن واپس چلے آئے۔ آپ کے ایک پرانے دوست اکبر آباد سے علاج کی غرض سے دہلی آئے تو ان کی بے حد امداد کی۔ ایک مکان سکونت کے لئے فراہم کیا، علاج کے لیے طبیب مقرر کیا اور بار بار ان کی مزاج پرسی کے لیے جاتے۔ آپ کی اخلاقی بلندیوں کو دیکھ کر کسی نے کیا خوب کہا

بہ دہلی مظہرِ ماہِ حجازی ۔۔۔ تو گوئی نائبِ شاہِ حجازی

حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ مکارمِ اخلاق کا پیکر تھے، ان کی صحبت ومجلس جس کو نصیب ہوئی وہ ان ہی کا ہو کے رہ گیا۔ وہ ہندوؤں اور سکھوں سے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے جس کی وجہ سے کئی گم گشتگانِ راہ کو ہدایت نصیب ہوئی۔ اسی طرح آپ شیعوں اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں سے اختلاف کے باوجود اپنے پاس آنے جانے سے منع نہیں کرتے تھے۔ اس طرح بد عقیدہ لوگوں کی اصلاح کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے اس عمل اور روش سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے مسائل میں اختلاف کے باوجود ان کی اولاد اور خاندان کی ہر مشکل وقت میں اعانت کی۔ جس سے ان کی وسعتِ فکر ونظر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ کی مساعیِ جمیلہ سے چشتی نظامی سلسلہ کو نئی زندگی ملی۔ آپ کے خلفاء اور مسترشدین نے پاک وہند کے مسلمانوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور دور دور تک اس سلسلہ کی خانقاہیں قائم کیں۔ آپ کے پچاس سے زیادہ خلفاء کرام تھے۔

آپ نے ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۹ھ کو انتقال فرمایا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت غلام قطب الدین آپ کے جانشین ہوئے۔

آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہٗ کی فیضان بخشی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں ملتان شریف، چاچڑاں شریف، تونسہ شریف، شیخاوائی شریف، خیرآباد شریف، مکھڈ شریف، سیال شریف اور گولڑا شریف جیسی عظیم الشان خانقاہیں معرضِ وجود میں آئیں۔ ان خانقاہوں کے بانی حضرات میں حضرت حافظ جمال الدین، حضرت خواجہ محمد عاقل، حضرت خواجہ شاہ سلیمان، حضرت حاجی نجم الدین، حضرت شاہ محمد علی، حضرت مولانا محمد علی، حضرت خواجہ شمس الدین اور مجددِ چودھویں صدی اعلیٰحضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہم الرحمۃ والرضوان نے اپنے اخلاص وللّٰہیت سے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے نہایت شاندار خدمات سرانجام دیں۔ بیرونی حملوں کا دفاع کیا، اندرونی فتنوں کی سرکوبی کی، غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کی۔ اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیم وتربیت سے ایسا مزین کیا کہ آج بھی ان کی دینی، روحانی اور معاشرتی زندگی میں اسلام کی محبت وعشق اپنی پوری توانائی اور رعنائی کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام حسن بصری قدس سرہٗ کی ملاقات اور استفادہ تحقیقی طور پر ثابت نہیں، اس لیے وہ سلاسلِ تصوّف جو اس واسطہ سے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتے ہیں ان میں اتصال وتسلسل نہیں بلکہ ارسال وانقطاع کا عیب موجود ہے۔

یاد رہے کہ "ارسال" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راوی درمیان کے راوی کو چھوڑ کر اوپر والے سے روایت کرے۔ یعنی تابعی، صحابی کو چھوڑ کر کہے کہ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ" اس عمل کو "ارسال" اور اس طریقے سے بیان کردہ روایت کو "مرسل" کہتے ہیں۔ اور "اتصال" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر

راوی اپنے اوپر والے سے روایت کرے۔ کوئی راوی درمیان کے راوی کو چھوڑ کر اس سے اوپر والے سے روایت نہ کرے، اس عمل کو "اتصال" اور اس طریقے کے مطابق بیان کردہ روایت کو "متصل" کہتے ہیں۔ راویوں کے سلسلہ کو "اسناد" اور اس طریقے سے بیان کردہ اصل کلمات کو "متن" کہتے ہیں۔

چونکہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ حضرت امام حسن بصری قدس سرہ کے ذریعہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متصل ہے اس لیے حضرت خواجہ محمد فخر الدین دہلوی قدس سرہ نے جو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے اس اعتراض کا جائزہ لیا اور علماءِ حدیث کے اصول و قواعد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا جواب پیش کیا۔ اور اس کا نام "فخر الحسن" رکھا جو اپنے موضوع اور مصنف دونوں کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے مواد، ترتیب اور تحقیق کے لحاظ سے نہایت عالمانہ ہے۔ اگر اس کی مناسب اشاعت ہو جاتی تو علماء عرب و عجم مصنف کو نہ صرف دادِ تحسین دیتے بلکہ ان کے شکر گذار ہونے کا اقرار کرتے۔ "فواتح الرحموت" کے مصنف بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی فرنگی محلی قدس سرہٗ نے جب اس کتاب کو ملاحظہ فرمایا تو فرمایا: "یہ تحقیق جو مولانا نے کی ہے ہم کو معلوم نہ تھی"۔

حیدر آباد دکن کے ایک اہل دل عالم حضرت مولانا احسن الزماں نے "القول المستحسن" کے نام سے عربی میں اس کی بلسوط اور ضخیم شرح لکھی ہے جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہے اور پاکستان کے بعض کتب خانوں میں موجود ہے۔

حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی قدس سرہ سے پہلے اور بعد میں بھی اس مسئلہ میں ارسال و اتصال کا اختلاف ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بعض روایات کے سلسلے میں اس بحث کو اٹھایا اور اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، لیکن حضرت خواجہ دہلوی قدس سرہ کے سلسلۂ اخلاف کے ایک عظیم المرتبت بزرگ اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی قدس سرہٗ نے نہایت عالمانہ انداز میں اس کا جواب دے کر اختلاف کو رفع کیا اور بڑے مضبوط دلائل سے "اتصال"

کا اثبات کیا اور اس طرح یہ بحث ایک دفعہ پھر دم توڑ کے رہ گئی۔ ہم یہاں پر اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ کے ان کلماتِ قدسیہ سے فخر الحسن کے ابتدائیہ کو زینت دینا چاہتے ہیں۔ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ نے جس جامعیت اور اختصار کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا ہے، قارئین اس سے ضرور محظوظ ہوں گے۔ آپ لکھتے ہیں:

اس کے بعد ہم ایک اور حدیث زُبدۃ العارفین، رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں

وقال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث بیان کی مجھ کو باپ میرے نے احمد سے انہوں نے عبد اللہ بن جعفر سے، جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اٹھایا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نیند میں۔ اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بیشک عیسیٰ فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے اور راخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی۔

(تفسیر ابن کثیر اور دُرِّ منثور)

یونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصری میں سے ہے کہتا ہے کہ میں نے حسن بصریؓ سے پوچھا کہ آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ حسن بصریؒ نے جواب دیا کہ انی احدث الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج یعنی میں بواسطہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں مگر نام

علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔

مولانا علی القاری عفرہ اللہ الباری شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں قال جمہور العلماء المرسل حجۃ مطلقا بناءً علی الظاھر وحسن الظن به انه مایروی حدیثه الا عن الصحابی و انما حذفه بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعة من الصحابة لما ذکر عن الحسن البصری انه قال انما اطلقه اذا اسمعه من السبعین من الصحابة وکان قد یحذف اسم علیؓ ایضًا بالخصوص لخوف الفتنة

اور شیخ الشیوخ محدثین اور صوفیہ کے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں: قال الحسن البصری لقد ادرکت سبعین بدریا کان لباسھم الصوف.

سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہ کہتا ہے واللہ ماحدثنا الحسن عن بدری مشافھة وما حدثنا سعید بن المسیب عن بدری مشافھة الا عن سعد بن مالک۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب دونوں کو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملاقات نہیں ہوئی، کیونکہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بدری ہیں۔

جواب: اولاً یونس بن عبید اور ملا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہوں مثبت ملاقات حسن بصری کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ ہے اور نہ روایت کرنا حسن بصری کا بدری سے قتادہ کے سامنے اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ حسن بصری نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو۔ اور حسن بصری کو ملاقات کسی بدری سے نہ ہو۔ کیونکہ قتادہ کہتا ہے ما حدثنا الحسن یعنی ہمارے سامنے حسن نے بدری سے روایت بطریق مشافہہ نہیں کی۔ ہاں اگر قتادہ یوں فرماتے قال الحسن ماحدثنا بدری یعنی حسن بصری نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی۔ یا قتادہ یوں کہتے کہ حسن بصری نے سب احادیث جو ان کو اصحاب کرام یا تابعین سے پہنچی تھیں تمامہا جمیع طرق سے میرے سامنے بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہو سکتا تھا۔

اور ثانیاً قتادہ کے قول سے فقط نفی حدثنا کی لازم آتی ہے۔ جو اخص ہے سمعتُ سے،

(کرمانی شرح بخاری) اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی۔ چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں۔ حسن بصریؒ کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں۔ قوام المحدثین جمال الدین مزنی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں وھو اول من سل سیفًا فی سبیل اللہ۔ روی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم روی عنه الاحنف بن قیس والحسن البصری۔ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ، حافظ زین الدین عراقیؒ سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیاً۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں فرماتے ہیں حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارک قال حدثنا الحسن قال جاء رجل الی الزبیر بن العوام الخ

جمال الدین مزنی تہذیب میں فرماتے ہیں علی ابن ابی طالب شھد بدرًا والمشاھد کلھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ماخلا تبوک روی عنه ابراھیم ابن عبد اللہ بن حسین مرسلاً وابراھیم بن عبد اللہ بن عبد القاری کذلک وابراھیم بن محمد ولد علی ابن طالب والاحنف بن قیس التمیمی وابنه الحسن علی بن ابی طالب والحسن البصری وابنه الحسین بن علی ابن ابی طالب وسعید بن المسیبؒ۔ اس سے تعارض درمیان قولِ قتادہ کے کہ ماحدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیب روی عن علی کی بھی مرتفع ہو گیا۔ اس بحث کو زیادہ طول بباعث ملالتِ ناظرین کے نہیں دیتا ہوں[1]۔

"فخر الحسن" کے قلمی نسخے قدردانوں کے پاس موجود تھے، اہل علم ان ہی سے استفادہ کرتے رہے۔ مصنف کے انتقال کے ایک طویل عرصہ کے بعد جب اس کی شرح لکھی گئی تو یہ کتاب ۱۳۱۲ھ میں حیدرآباد دکن سے متن کی صورت میں چھپی، اس کے بعد ناپید ہو گئی اور اہل علم قلمی نسخوں ہی سے استفادہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر محمد مظہر بقا نے چند قلمی نسخوں کو جمع کر کے ان کی تحقیق کی اور کراچی کے ایک انگریزی رسالہ میں عربی کے اس خالص علمی

---

[1] اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی۔ شمس الہدایت ص ۴۰

کتاب کو شائع کیا۔ بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئی۔ ہم نے اسی نسخہ سے ترجمہ کیا اور صفحات کے حوالے دیے۔

راقم الحروف کو یہ کتاب تلاشِ بسیار کے بعد حاصل ہوئی اور بار بار اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا اور اہل علم احباب سے اس کا تذکرہ بھی ہوتا رہتا۔ چنانچہ بعض کرم فرماؤں نے اس کے ترجمے کی طرف توجہ دلائی۔ اگرچہ کسی فنی کتاب کا ترجمہ نہایت دقت طلب اور دیدہ ریزی کا کام ہے لیکن "ہمتِ مرداں مددِ خدا" پر امید کرتے ہوئے کام شروع کیا اور رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اختتام کی توفیق عطا فرمائی۔

راقم الحروف نے "فخر الحسن" کے ترجمے میں بڑی محنت کی ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ عام آدمی اس سے بھرپور استفادہ کر سکے اور مصنف کا مقصود و مطلب بہتر طور پر سمجھ سکے تاہم اگر قاری کو میری بے علمی کی وجہ سے کہیں کوئی کوتاہی نظر آئے تو وہ اس سے ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

آخر میں میں اپنے مکرم و محترم دوست جناب خواجہ رضی حیدر کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں میری اعانت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور پھر اپنے دونوں برادرانِ خورد سید فیض علی شاہ اور سید زبیر شاہ کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے بعض چیزوں کی نقل اور کتابت کی تصحیح میں مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت اور علم نافع کی دولتِ لازوال سے مالا مال فرمائے اور اخلاص کے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

احقر الانام
شاہ حسین گردیزی
دار العلوم مہریہ گلشن اقبال کراچی
یکم رمضان ۱۴۱۳ھ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ لَکَ الحَمدُ وَاِلَیکَ المُشتَکیٰ وانت المُستَعَانُ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ وَمِنکَ الصَّلوٰۃُ علیٰ سیدنا خیر خلقک محمّدٍ

وآلہٖ واصحابہٖ واحبابہٖ اجمعین

جب میں (محمد فخر الدین، نظامی، اورنگ آبادی، دہلوی) نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ:

(۱) ہر وہ حدیث جو حضرت امام فقیہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی بدری کرم اللہ وجہہ سے روایت کی، وہ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابو داوٗد وغیرہم کے نزدیک "متصل" نہیں "مرسل" ہے۔

(۲) حضرت امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے ساتھ "اتصال" کی بحث فنِ حدیث کے مطابق نہیں ہے، اور "اتصال" میں صرف "معاصرتِ محضہ" پر اکتفا کرنا ایسا مسئلہ ہے جسے ذہنِ سلیم تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ مطالب نقلیہ میں "امکان" کے بجائے "وقوع" کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۳) صوفیہ کرام، امام حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے "ملاقات" اور "سماعت" کے قائل ہیں۔ تحقیق و تفتیش کے بعد اس کی "اصل" ثابت نہ ہو سکی۔[۵]

---

۵ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی - القرۃ العینین۔ ص ۲۹۹

چنانچہ میں نے استخارہ کیا اور فنِ حدیث کے ائمہ کرام (اللہ تعالیٰ انہیں جنت اعلیٰ میں جگہ دے) کی کتابوں میں مشغول ہو گیا۔ تو مجھے ایک صحیح حدیث ملی جو حضرت علیؓ اور ان سے استفادہ کرنے والے یعنی امام حسن بصریؒ کے سلسلے میں اس فن کے ائمہ کرام کے اصول کے مطابق "موصول و مقبول" تھی اور جمہور ائمہ حدیث شکر اللہ سعیہم کے نزدیک امام حسن بصریؒ کی امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے ملاقات اور سماعت کا ثبوت ایک قوی اور کلّی اصل سے ثابت ہے۔ میں اس فن میں قلتِ مہارت کے باوجود ان تمام دلائل اور اصولوں کو اس مختصر رسالے میں بیان کروں گا۔ اگرچہ (ان دونوں بزرگوں کی ملاقات اور سماعت پر) صوفیہ کرام کے پاس سلسلۂ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے منقول عالی سندیں موجود ہیں (یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں) جن کے بارے میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من عباد الله من لو اقسم على الله لابره[1]	اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہے۔

اور فرمایا:

يغبطهم النبيون والشهداء هم المتحابون في الله من قبائل شتى وبلاد شتى يجتمعون على ذكر الله يذكرونه[2]	انبیاء کرام اور شہدائے عظام ان پر رشک فرمائیں گے وہ اللہ کے لیے باہم محبت کرتے ہیں، مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری "صحیح بخاری" ج ۱ ص ۳۹۳

[2] امام محمد بن عیسیٰ ترمذی۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۶۲

اور امیر المومنین حضرت علی اور امام حسن بصری کے مابین اتصال کے موضوع پر ان حضرات گرامی کی کتابوں میں کثیر اور مشہور چیزیں ہیں اور ان کے حلقوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ اور یہ لوگ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل رکھتے ہیں مگر اس وقت گفتگو فنِ حدیث اور علماء حدیث کے حوالے سے کی جائے گی۔

پہلا مقدمہ

امام حسن بصریؒ کی ولادت

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے کہ حضرت امام حسن بصریؒ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت چودہ برس کے تھے اس کے بعد آپ بصرہ تشریف لے گئے۔

ابو سعادات مبارک حافظ مجد الدین بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی، جزری ثم موصلی معروف بابن اثیر نے اسماء الرجال کے فن پر لکھی جانے والی اپنی مشہور کتاب جامع الاصول میں امام حسن بصری کے حالات میں لکھا ہے کہ "ابو سعید حسن بن ابی الحسن بصری" اور ابو الحسن کا نام یسار تھا جو میسان کے باشندے تھے۔ حضرت زید بن ثابت کے غلام تھے۔ (امام حسن بصری) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے اختتام کو ابھی دو سال باقی تھے کہ مدینہ منورہ (زادہا اللہ تعظیماً و تشریفاً) میں پیدا ہوئے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بصرہ چلے گئے۔ اور شیخ علامہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ بن محمد بن خطیب تبریزی نے بھی مشکوٰۃ کے اسماء الرجال میں اسی طرح لکھا ہے اور حافظ جمال الدین مزی

نے تہذیب میں اور حافظ شمس الدین نے تذہیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ "یوم الدار" کے روز موجود تھے۔ اس وقت ان کی عمر چودہ برس تھی۔

دوسرا مقدّمہ

امیر المؤمنین کی مدینہ منورہ میں قیام کی مدت

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن بصریؒ کی پیدائش سے چودہ برس کی عمر ہونے تک مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں رہے۔ عنقریب اس موضوع پر امام سیوطیؒ کے حوالے سے بحث ہوگی۔ بلکہ شیخ محمد سلامہ شافعی قضاعی نے اپنی تاریخ میں اور شیخ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری نے تاریخ الخمیس[1] میں مختصر الجامع سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ (حضرت عثمان بن عفان کے قتل کے) چار ماہ بعد تک لوگوں کی بیعت کی وجہ سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

تیسرا مقدّمہ

سنِ تمیز پانچ برس کی عمر میں حاصل ہو جاتا ہے

سماعت سنِ شعور میں درست اور مقبول ہے عام ازیں کہ سامع بالغ ہو یا نہ۔ (یعنی بلوغت کی قید نہیں) شیخ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اصولِ حدیث کے باب کے ضمن میں لکھا ہے کہ اگر راوی سماع کے وقت

[1] شیخ حسن بن محمد دیار بکری۔ تاریخ الخمیس ج ٢٠ ص ٢٧٧

بچہ ہو مگر روایت کرنے کے وقت تمیز رکھتا ہو اور بالغ ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ اس لیے کہ اس کی بلوغت اور تمیز کی وجہ سے خلل دور ہو گیا۔ اور بچہ (جب سنِ تمیز کو پہنچ جائے تو اس) کی روایت قبول کرنے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ اسی لیے چھوٹی عمر کے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جو احادیث کو منتقل کرتی تھی، کی روایت قبول کی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ اور محمود بن ربیع وغیرہم تھے۔ اس بات کی تمیز کیے بغیر کہ ان حضرات نے بلوغت سے پہلے سنا تھا یا بعد میں سنا تھا[1]۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ "اتمام الدرایہ" میں لکھتے ہیں کہ حدیث پڑھنے اور سننے کا سن اور وقت "تمیز" ہے اور یہ اکثر پانچ برس کی تکمیل پر ہوتا ہے[2]۔

شیخ حافظ جمال الدین مزی روّح اللہ روحہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے حالات میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے جدِ امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں لکھتے ہیں

حدیث بیان کی ہم سے یونس بن ابی اسحٰق نے برید بن ابی مریم السلولی سے، انہوں نے ابو الحوراءؒ سے، انہوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کلمات سکھائے جو میں	حدثنا یونس بن ابی اسحق عن برید بن ابی مریم السلولی عن ابی الحوراء (ربیعہ بن شیبان السعدی) عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال: علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمات

[1] امام ابن الاثیر جامع الاصول ج ١ ص ٣٤

[2] امام جلال الدین سیوطی اتمام الدرایہ ص ٧٧

اقولھن فی قنوت الوتر — قنوت وتر میں پڑھتا ہوں وہ کلمات یہ ہیں

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی فِیمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِی فِی مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِی فِی مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِی فِی مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِی شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِی وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ [1]

امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے کہ فی باب متی یصح سماع الصغیر (اس باب میں کہ چھوٹے کا سماع کب درست ہوگا) اور امام بخاریؒ نے اس موضوع پر ایک حدیث پیش کی کہ :

حدثنا محمد بن یوسف قال	بیان کیا مجھ سے محمد بن یوسف نے،
حدثنا ابو مسھر قال حدثنی	انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے ابو مسہر
محمد بن حرب قال حدثنی	نے، انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے
الزبیدی عن الزھری عن	محمد بن حرب نے، انہوں نے کہا بیان کیا
محمود بن ربیع قال عقلت	ہم سے زبیدی نے زہری سے، انہوں
من النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نے محمود بن ربیع سے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ
مجۃ مجھا فی وجھی وانا	وسلم کی وہ کلی یاد ہے جو آپ نے ایک
ابن خمس سنین من دلو [2]	ڈول سے میرے منہ پر کی تھی اور میں پانچ
	سال کا تھا۔

شیخ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ بچوں میں کون اس کا زیادہ حق دار

---

[1] امام احمد بن حنبلؒ - مسند

[2] امام محمد بن اسماعیل البخاری - صحیح البخاری - ج ١ - ص ١٧

ہے کہ اس کی فہم و فراست کی وجہ سے اس طرح تمسک کرتے ہوئے (اسے تعلیم دی جائے) تو یہ معاملہ ہر فرد کا الگ الگ ہے اور جو کچھ خطیب بغدادیؒ نے "کفایہ فی علم الروایہ" میں ابی عاصم کی سند سے لکھا ہے کہ ابو عاصم نے کہا کہ میں حضرت ابن جریج کے پاس اپنے تین سالہ بیٹے کو لے کر گیا تو انھوں نے اسے حدیث پڑھائی۔ ابو عاصم کہتے ہیں کہ اگر بچہ اس عمر میں ہو اور سمجھ دار ہو تو اسے قرآن حکیم اور حدیث شریفہ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

جب ثقہ ائمہ روایت کے نزدیک یہ مقدمات ثابت ہو گئے کہ امام حسن بصریؒ مدینہ منورہ زادھا اللہ تعظیماً وتشریفاً میں پیدا ہوئے اور چودہ برس وہاں مقیم رہے اور امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی اس مدت میں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے، بلوغت سے سماع درست ہے تو پھر یہ کہنا کہاں تک جائز ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسن بصریؒ نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو نہ دیکھا ہے، نہ کبھی ان کی محفل کی اور نہ ان سے کچھ سنا، اس لیے کہ وہ چھوٹے بچے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ" میں لکھتے ہیں کہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ امام حسن بصریؒ جب سات برس کے ہوئے تو انہیں نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی تو وہ جماعت میں حاضر ہوتے اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے اور حضرت علیؓ اس

---

[1] امام ابن حجر - فتح الباری - ج ١ ص ١٤١

وقت بھی مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ کیونکہ آپ حضرت عثمانؓ کی شہادت
کے بعد مدینہ منورہ سے کوفہ گئے۔ تو اس صورت میں امام حسن بصریؒ کے حضرت
علی سے "سماع" کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے بلکہ امام حسن بصریؒ کا سنِ
تمیز سے لے کر چودہ برس کی عمر تک یہ معمول رہا کہ وہ ہر روز پانچ دفعہ مسجدِ نبوی
میں حاضر ہوتے، بلکہ اس سے بھی زیادہ دفعہ حاضر ہوتے۔ اور اس بات میں
بھی کوئی شبہ نہیں کہ حضرت علیؓ امہات المؤمنینؓ کی ملاقاتوں کے لیے جاتے
تھے اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سے ایک تھیں
امام حسن بصریؒ اور آپ کی والدہ ان کے دولت کدہ پر رہتے تھے[1]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ مسند احمد کی
اپنی مزیدات میں لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان بدری رضی اللہ
عنہ کو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکاء بدر میں داخل کیا ہے اور شرکاء
بدر کے برابر حصہ دیا ہے۔ حالانکہ وہ باقاعدہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے
اور لکھتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے زیاد بن ایوب نے، انہوں نے کہا بیان کیا
ہم سے ہشیم نے انہوں نے کہا کہ گمان کیا ابوالمقدام نے حسن بن ابی الحسن سے
کہ انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عثمان بن عفان تکیہ لگائے
بیٹھے تھے تو آپ کی بارگاہ میں دو سقے آپس میں جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ نے
دونوں میں فیصلہ کیا۔ پھر میں آپ کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہ بڑے حسین و
جمیل ہیں، چہرہ پر چیچک کے داغ ہیں اور اتنے کثیر الشعر ہیں کہ دونوں
ہاتھ بالوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

اور امام ذہبیؒ طبقات میں امام حسن بصریؒ کے حالات میں لکھتے ہیں

---

[1] امام جلال الدین سیوطیؒ۔ اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ۔ ص ۷۵

مدینہ منورہ میں نشو و نما پائی، حضرت عثمان بن عفان کے دورِ خلافت
میں قرآن حکیم حفظ کیا اور بارہا ان کا خطبہ سُنا[1]۔

چوتھا مقدمہ

امام حسن بصری کی صحابہ کرام سے روایت اور ان کا مرتبہ

جلیل القدر ائمہ حدیث بلکہ جلیل القدر صحابہ کرام کے نزدیک بھی
امام حسن بصریؒ ثقہ، مامون، شیوخِ زماں کے شیخ اور ائمہ دوراں کے
امام ہیں۔ شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کواکب الدراری
شرح صحیح البخاری میں امام حسن بصریؒ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ محمد بن سعد نے
کہا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ ایک جامع شخصیت، عالم، فقیہ، ثقہ، حجۃ،
مامون، عبادت گذار، زاہد اور اہل بصرہ کے حسین و جمیل ہیں اور ان کے
علم زہد اور فصاحت کی جلالت و عظمت پر امت کا اجماع ہے[2]۔

حضرت خطیب تبریزیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے صحابہ کرامؓ سے
روایت کی ہے جیسے حضرت ابوموسیٰ، حضرت انس بن مالک اور حضرت
عبداللہ بن عباس وغیرہم۔ اور تابعین اور تبع تابعین سے اکثریت امام حسن
بصریؒ کے ہر فن یعنی علم، زہد، تقویٰ اور عبادت میں امام وقت ہونے
کی قائل ہے[3]۔

---

[1] امام شمس الدین ذہبی۔ طبقات المشاہیر۔ ج ۴۔ ص ۹۸

[2] شمس الدین کرمانی۔ الکواکب الدراری۔ ج ۱۔ ص ۱۴۲

[3] شیخ ولی الدین تبریزی۔ الکمال فی اسماء الرجال۔ ص ۸

شیخ ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے ابوبکرہ ثقفی، انس اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ کرام سے روایت کی ہے اور پھر ان سے تابعین اور تبع تابعین کی اکثریت نے روایت کی اور آپ ہر فن یعنی علم، زہد تقویٰ اور عبادت میں امام وقت تھے۔

امام ترمذیؒ اپنی جامع کی کتاب العلل میں لکھتے ہیں کہ حضرت سوار بن عبداللہ عنبری نے ہمیں حدیث سنائی کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطانؒ کو کہتے سنا کہ حضرت حسن بصریؒ نے جن احادیث میں کہا ہے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ان میں، میں نے سوائے ایک یا دو حدیثوں کے (درمیان کے تمام راویوں کو) معلوم کر لیا ہے۔

شیخ جمال الدین مزیؒ، تہذیب میں فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، امام حسن بصریؒ کو (تعلیم کے لیے) صحابہ کرامؓ کی خدمت میں بھیجتی تھیں۔ امام حسن بصریؒ کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کے پاس ملازمہ تھیں (جب آپ صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو) وہ آپ کو دعائیں دیتے ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ نے آپ کو امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ اِلَی النَّاسِ۔

اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں کا محبوب بنا۔

حضرت حماد بن زید، حضرت عقبہ بن ابی ثبیت راسبی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت بلال بن ابی بردہ کے

[1] امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ۔ جامع الترمذی۔ ج ٢۔ ص ٢٣٩

پاس موجود تھا کہ حضرت امام حسن بصری کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوموسیٰ اشعری کو فرماتے سنا کہ:

اللہ کی قسم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی محفلوں میں بیٹھا ہوں لیکن (اس دور میں) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے مشابہت رکھنے والا حسن بصری سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا ہوں[1]۔

حضرت جریر بن حازم، حمید بن ھلال سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوقتادہ نے کہا کہ اس شیخ (یعنی حضرت امام حسن بصری کی صحبت اختیار کرو میں نے ان سے حضرت عمر بن خطاب کی رائے سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کسی کو نہیں پایا[2]۔

حضرت ابوھلال راسبی، حضرت خالد بن رباح ہذلی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک سے ایک مسئلہ معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

اسئلوا مولانا الحسن ہمارے سردار حسن بصری سے پوچھو۔

لوگوں نے عرض کیا اے ابا حمزہ! ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں: اسئلوا مولانا الحسن ہمارے سردار حسن بصری سے سوال کرو۔

تو حضرت انس بن مالک نے دوبارہ فرمایا کہ

اسئلوا مولانا الحسن۔ ہمارے سردار حسن بصری سے سوال کرو بے شک اس نے بھی سنا ہم نے بھی سنا مگر اس نے یاد رکھا ہم نے بھلا دیا[3]۔

[1] امام شمس الدین ذہبی۔ طبقات ج ٧۔ ص ١٦٢
[2] امام شمس الدین ذہبی۔ طبقات ج ٧۔ ص ١٦١
[3] عماد الدین ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایہ ج ٩۔ ص ٢٦٦

حضرت قاسم بن فضل الحدانی نے عمرو بن مرہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اہل بصرہ پر ان کے سرداروں یعنی حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین کی وجہ سے رشک کرتا ہوں[1]

حضرت موسیٰ بن اسماعیل، حضرت معتمر بن سلیمان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری اہل بصرہ کے شیخ ہیں۔

شیخ عبدالرزاق، شیخ معمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا کہ تمہارے نزدیک حضرت ابوالشعثاء جابر بن زید بصری زیادہ عالم ہیں یا حضرت حسن بصری۔ میں نے جواب میں کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں، ہمارے بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری (ابوالشعثاء کے استاد) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے بچوں کی حیثیت رکھتے ہیں تو میں نے کہا ابوالشعثاء جابر بن زید بصری، حضرت حسن بصری کے سامنے بچوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ معمر سے کہا کہ آپ نے جواب میں زیادتی کی ہے تو انہوں نے کہا کہ عمرو بن دینار نے سوال میں زیادتی کی تو میں نے جواب میں زیادتی کردی۔

حضرت ضمرہ بن ربیعہ، حضرت اصبغ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عوام بن حوشب کو فرماتے سنا ہے کہ (اس دور میں) حضرت حسن بصریؒ کے علاوہ کوئی "نبی" کے ساتھ مشابہ نہیں جو ساٹھ برس اپنی قوم میں رہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ حضرت عبیداللہ بن عمر القواریری، ھیثم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

[1] عماد الدین بن کثیر۔ البدایۃ والنہایہ ج ۹۔ ص ۲۶۶

فرمایا کہ ہمیں حضرت اشعث بن سوار نے بتایا کہ میں نے حضرت امام حسن بصریؒ سے ملاقات کے لیے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت شعبی کے پاس آیا اور عرض کی کہ اے اباعمرو! میں بصرہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بصرہ کیوں جا رہے ہو میں نے عرض کی کہ حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ آپ ان کا تعارف کرادیں آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں ان کے بارے میں بتاتا ہوں، اور فرمایا کہ جب آپ بصرہ میں پہنچیں تو مسجد میں چلے جائیں اور نگاہ دوڑائیں، چنانچہ جب مسجد میں آپ کو ایک شخص نظر آئے جس کی مثل مسجد میں موجود نہ ہو تو وہ حسن بصریؒ ہوں گے حضرت اشعث بن سوار فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی مسجد میں پہنچا اور کسی سے حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں نہیں پوچھا اور حضرت شعبی کی بیان کردہ علامت کے مطابق سیدھا حضرت حسن بصری کی خدمت میں جا بیٹھا۔

حضرت محمد فضیل، حضرت عاصم احول سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شعبی کی خدمت میں عرض کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں، آپ نے فرمایا جب آپ بصرہ جائیں تو حضرت حسن بصری کو میرا سلام پیش کرنا میں نے عرض کی کہ میں انہیں کس طرح شناخت کروں گا۔ آپ نے فرمایا جب آپ بصرہ میں داخل ہوں تو وہاں کا جو آدمی آپ کو اچھا لگے اور نظروں میں ٹک جائے تو (وہ حضرت حسن بصری ہوں گے) انہیں میرا سلام پیش کرنا۔

حضرت عاصم احول فرماتے ہیں جب میں بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت امام حسن بصری کو دیکھا کہ لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے میں نے آپ سے ملاقات کی اور حضرت شعبی کا سلام پیش کیا[1]

[1] امام ابن حجر۔ تہذیب۔ ج ۲۔ ص ۲۶۴

حضرت قریش بن حیان العجلی حضرت عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ سے سنا کہ میں نے جب بھی حضرت حسن بصری کے علم کا تقابل کسی دوسرے عالم سے کیا تو آپ کی فضیلت زیادہ ہی پائی سوائے اس کے کہ جب ان کو کسی مسئلہ میں مشکل پیش آجائے تو وہ حضرت سعید بن مسیب سے دریافت کرتے۔

حضرت ابو عوانہ حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جتنے فقہاء سے بھی ملاقات کی ان سے حضرت امام حسن بصریؒ کا علم وفضل زیادہ پایا۔[2]

حضرت عبید اللہ بن عمر القواریری، حضرت حاتم بن اوردان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ایوب سختیانی کے پاس تھے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت حسن بصری کی حدیث فلاں راوی اور فلاں راوی سے کیسی ہے اور ساتھ ہی ہنس دیا تو حضرت ابوایوب سختیانی کو ایسا غصہ آیا کہ میں نے اس سے پہلے انہیں اس طرح غصہ میں نہیں دیکھا تھا اور اس شخص سے فرمایا تو ہنسا کیوں ہے۔ اس نے جواب میں عرض کی اے ابوبکر! ہنسنے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے، ایسے ہی ہنس دیا۔ پھر حضرت ابوایوب سختیانی نے فرمایا:

اللہ کی قسم میری آنکھوں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت حسن بصری سے زیادہ فقیہ ہو۔

---

[1] ابن کثیر - البدایۃ والنہایہ، ج ۹ ص: ۲۶۷

[2] امام شمس الدین ذہبی - طبقات، ج ۷ ص: ۱۶۵

حضرت عبد الرحمن بن مبارک، حضرت حماد بن زید سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوایوب سختیانی سے سنا کہ ایک آدمی حضرت حسن بصری کے پاس تین سال تک بیٹھتا رہا لیکن ان کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے ان سے سوال نہ کر پایا۔[1]

حضرت غالب القطان بصری، حضرت بکر بن عبد اللہ مزنی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی یہ خواہش ہو کہ وہ سب سے بڑے عالم کو دیکھے تو ہم نے ایسے عالم کو اس کے زمانہ میں تلاش کر لیا ہے۔ پس اسے چاہیے کہ وہ حضرت حسن بصریؒ کو دیکھے، ہم نے ان سے بڑا کوئی عالم نہ دیکھا۔[2]

حضرت یحییٰ بن ایوب المقابری حضرت معاذ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اشعث بن عبد الملک سے کہا کہ آپ نے حضرت عطاء بن یسار سے ملاقات کی، وہ تو بڑے عالم تھے تو کیا آپ نے اپنے مسائل میں سے کوئی مسئلہ ان سے پوچھا؟ تو حضرت اشعث نے جواب دیا کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ کے بعد اپنی زندگی میں کسی سے ملاقات نہیں کی۔

(یعنی ان کے بعد کسی بڑے عالم سے ملاقات کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت حسن بصری سات میں سے ایک ہیں (یعنی سات اولیاء اللہ جن سے زمین کبھی خالی نہیں ہوگی اور جن کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور جن کی وجہ سے آفات وبلیات دور ہوتی ہیں)۔

---

[1] ابن کثیر - البدایۃ والنہایہ - ج ۹ - ص: ۲۶۷

[2] امام ابن حجر - تہذیب ج ۲ - ص: ۲۶۵

حضرت حماد بن سلمہ، حضرت قتادہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت حسن بصری سے مروت و مردمی میں زیادہ کامل نہیں ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم حضرت حسن بصری سے خارجیوں کے علاوہ کوئی بغض نہیں کرتا۔[1]

حضرت حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت یونس اور حضرت حمید الطویل فرماتے ہیں کہ ہم نے فقہاء کو دیکھا ہے مگر مروت میں حضرت حسن بصری سے زیادہ کامل کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت حماد بن سلمہ حضرت علی بن زید سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے سعید بن مسیب، قاسم بن محمد (بن ابی بکر صدیق)، سالم بن عبداللہ (بن عمر بن الخطاب) عروہ بن زبیر، یحییٰ بن جعدہ بن ھبیرہ بن ابی وھب المخزومی، ام جعدہ اور ام ہانی بنت ابی طالب سے سنا مگر ان میں حضرت حسن بصری کی مثل کوئی نہ تھا۔

حضرت حماد بن زید، حضرت حجاج بن ارطاۃ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا سے قراۃ علی الجنازہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: نہ میں نے سُنا اور نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ قراۃ علی الجنازہ کی جائے تو آپ نے فرمایا تجھ پر ان کی اطاعت لازم ہے۔ کیونکہ وہ بڑے امام ہیں ان کی اقتدا کی جاتی ہے۔[3] اور حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن

۱۔ امام شمس الدین ذہبیؒ۔ طبقات ج ۷ ص ۱۷۴

۲۔ امام ابن حجرؒ۔ تہذیب ج ۲ ص ۲۶۵

۳۔ امام ابن حجر۔ تہذیب ج ۲ ص ۲۶۵

حسین (بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی محفل میں جب آپ کا ذکر ہوتا تو فرماتے یہ وہ شخص ہے کہ جس کا کلام انبیائے کرام کے کلام کے مشابہ ہے۔[1]

حضرت اسحٰق بن سلیمان رازی، حضرت ابوجعفر رازی سے اور وہ ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ میں دس برس حضرت امام حسن بصریؒ کی خدمتِ عالیہ میں رہا (یا جتنا اللہ نے چاہا) تو ایسا کوئی دن نہیں گزرا کہ میں نے ان سے کوئی نئی بات نہ سُنی ہو۔[2]

حضرت ابواحمد بن عدی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن عثمان سے سُنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوزرعہ سے سُنا کہ حضرت حسن بصریؒ کی ہر وہ حدیث جس میں وہ کہتے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سوائے چار حدیثوں کے مجھے ہر ایسی حدیث کی "اصلِ ثابت" مل گئی ہے۔[3]

حضرت ابوموسیٰ محمد بن المثنیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھیثم بن عبید مزنی جنہیں "صید" بھی کہا جاتا ہے، اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بصریؒ سے سوال کیا کہ اے ابوسعید! آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی سند کیوں بیان نہیں

۱۔ امام ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۲۶۷

۲۔ امام ابن حجر۔ تہذیب۔ ج ۲ ص ۲۶۵

۳۔ امام ابن حجر۔ تہذیب۔ ج ۲ ص ۲۶۵

کرتے (یعنی درمیان کے صحابی کا نام کیوں چھوڑ دیتے ہیں) حضرت امام
حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا: اے شخص ہم نے جھوٹ نہیں بولا، ہم
نے جھوٹ نہیں بولا۔ بے شک ہم نے خراسان کا جہاد کیا، ہمارے قافلے
میں تین سو صحابہ تھے۔ تمام صحابی ہمارے ساتھ ہی نماز پڑھتے تھے۔
سورت کی کچھ آیات پڑھتے اور پھر رکوع کرتے تھے[1]

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا حضرت حسن بصریؒ جامع
شخصیت، بلند پایہ عالم، ثقہ اور مامون فقیہ، عابد، زاہد، کثیر العلم
فصیح اور حسین وجمیل تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب "البدایۃ والنہایہ" میں بعض
یہ گذشتہ باتیں لکھیں اور کہا کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں
نے حضرت حسن بصریؒ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا[2]

حضرت یونس بن عبید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صرف
حضرت حسن بصریؒ کی زیارت ہی کرلے تو بھی اس کے لیے فائدہ ہے اگرچہ
اسے ان کی بات سننے اور کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھنے کا موقع نہ ملے

حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ حکمت تلاش
کرتے اور بات کرتے ہیں[3]

حضرت محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ مکہ مکرمہ

۱؎ امام شرف الدین نوویؒ - تہذیب الاسماء واللغات ج ۱- ص ۱۶۲
۲؎ امام ابن کثیرؒ - البدایۃ والنہایۃ - ج ۹ - ص ۲۶۷
۳؎ امام ابن کثیرؒ - البدایہ والنہایۃ ج ۹ - ص ۲۶۷

آئے تخت پر بیٹھے تھے۔ لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے اور آپ انہیں احادیث
سنا رہے تھے، حاضرین وسامعین میں حضرت مجاہد، حضرت عطا،
حضرت طاوس اور حضرت عمرو بن شعیب تھے اور فرماتے تھے کہ ہم نے
ان کی مثل کبھی نہیں دیکھا[1]

اب کتاب کے مقدمات ختم ہو گئے۔ اللہ سے مدد چاہتے ہوئے
اور اللہ تعالیٰ کی کلام سے ابتدا کرتے ہوئے اب بندہ مقصود کو شروع
کرتا ہے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا
اَللّٰھُمَّ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ
الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

۱؎ امام شمس الدین ذھبی طبقات - ج ۷، ص ۱۵۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے بیان میں

امام حافظ جلال الدین سیوطی، شیخ حافظ زین الدین عراقی سے نقل کرتے ہوئے شرح جامع ترمذی میں حدیث رفع القلم عن ثلاثۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن المدینی نے فرمایا :

الحسن رأی علیاً بالمدینۃ وھو غلام ۔ حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضؓ کو مدینہ منورہ میں لڑکپن میں دیکھا

حضرت ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کی بیعت کی گئی اس وقت حضرت حسن بصری چودہ برس کے تھے اور حضرت علی رضؓ کو مدینہ میں دیکھا تھا پھر حضرت علی کوفہ و بصرہ کی طرف چلے گئے، اس کے بعد پھر دونوں کی ملاقات نہ ہوسکی ۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں میں نے حضرت زبیر بن العوام کو حضرت علیؓ کی بیعت کرتے دیکھا ہے اور حضرت امام الحفاظ محمد بن اسماعیل بخاریؒ اپنی تاریخ صغیر میں حضرت سلیمان بن سالم قرشی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن زید نے حضرت حسن بصریؒ سے سماعت کی (یعنی استفادہ کیا)

اور حضرت حسن بصری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو ایک مدت تک دیکھتے رہے اور امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ اور امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے یقیناً روایت کی ہے[1]۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری ۔ تاریخ الصغیر ۔ ص ۱۹۸

شیخ حافظ قاضی ابوبکر بن العربی شرح جامع ترمذی میں فرماتے ہیں کہ :

ادرك الحسن علیاً مسناً حضرت حسن بصری نے لڑکپن کے زمانے میں حضرت علی کا فیض صحبت پایا ۔

شیخ حافظ شمس الدین ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت و ملاقات کی ہے ۔

بہرحال بصرہ میں امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ سے ملاقات کے بارے میں ہمیں ائمہ حدیث کی کتابوں میں کوئی صحیح روایت دستیاب نہ ہوسکی ۔ لیکن امام غزالی قدس سرہ جن کے بارے میں امام حافظ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ وہ ائمہ دین کے امام، مسلمانوں کے ہادی، علوم شریعت کی اختلاف اور تنوع پر تصانیف شریفہ اور تالیفاتِ لطیفہ میں وحیدِ دہر اور فریدِ عصر ہیں جو ان سے پہلے تمام فنون اور علوم شریعہ میں نہیں دیکھی گئیں ۔

اور شیخ یافعی نے اولیاء اللہ کی سند متصل اور مسلسل کے ساتھ قطب وقت سید ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھا ہے کہ کہ ابو الحسن بن حرزھم جنہیں مشہور زبان میں ابن حرازم مغربی کہا جاتا ہے، وہ حضرت امام غزالیؒ پر اعتراض کرتے اور ان کے بارے میں طعن و تشنیع کرتے تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوڑے مار رہے ہیں ۔ اور حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی فرماتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے جسم پر کوڑوں کے نشانات تھے ۔

شیخ یافعی فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ ابوالحسن کی اولاد میں سے ایک شخص نے بتایا جب کہ وہ حالتِ احرام میں حرم شریف میں اپنے گھٹنوں پر جھکے ہوئے رو رہے تھے۔ اس واقعہ کے سلسلے میں جو مرآۃ الجنان[1] میں ان کے دادا کے بارے میں لکھا کہ ان کے دادا مغرب میں مطاع تھے۔ اور لوگوں نے کہا کہ وہ رئیس الفقہاء تھے تو انہوں نے امام غزالی کی احیاء العلوم دیکھی اور فرمایا یہ خلافِ سنت ہے۔ پھر بادشاہِ وقت سے کہا کہ وہ منادی کرائے کہ احیاء العلوم کے جتنے نسخے ملک میں موجود ہیں انہیں حاضر کیا جائے تو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب تمام نسخے جمع ہو گئے تو میرے دادا اور دوسرے فقہاء نے ان کا مطالعہ کیا۔ یہ قصہ جمعرات کے روز کا تھا، تو سب فقہاء نے یہ فیصلہ دیا کہ نمازِ جمعہ کے بعد تمام نسخوں کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد رات کو میرے دادا نے خواب میں کسی مجلس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہیں، وہاں روشنی ہی روشنی ہے چنانچہ اچانک امام غزالی بھی اس مجلس میں آ گئے۔ میرے دادا نے کہا کہ جب امام غزالیؒ نے مجھے دیکھا تو کہا یا رسول اللہ یہ میرا دشمن ہے اور پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زانوؤں پر گر پڑے۔ اور چلتے چلتے اس جگہ جا پہنچے جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ احیاء العلوم کا نسخہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس میں خلافِ سنت چیزیں موجود ہیں آپ ملاحظہ فرمائیں، اگر یہ ایسی ہی ہے جیسے یہ گمان کرتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں اور اگر اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے تو آپ اس کی

تحسین فرما دیں تاکہ مجھے برکت حاصل ہو جائے اور پھر میرا حق مجھے دشمن سے دلایا جائے۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احیاء العلوم کو اول سے آخر تک دیکھا اور فرمایا هٰذَا حَسَنٌ یہ اچھی ہے۔

پھر احیاء العلوم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں میں لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذارش کی) کہا جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ کتاب درست ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیا اور دیکھا اور پھر ویسے ہی کہا۔

شیخ ابوالحسن نے کہا کہ وہیں مجھے کوڑے مارنے کا حکم ہوا۔ تو پانچ کوڑے لگائے گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری سفارش کی اور کہا یا رسول اللہ: ابوالحسن نے احیاء العلوم کے بارے میں فیصلہ آپ کی سنت میں اجتہاداً دیا ہے اور تعظیم کو پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد امام غزالیؒ نے مجھے معاف کیا اور ان کوڑوں کا درد پچیس راتوں تک محسوس ہوتا رہا۔ پھر حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا، میں شفایاب ہوا اور میری معافی ہوئی۔ اس کے بعد میں نے احیاء العلوم کو پڑھا تو جو کچھ میں نے پہلے سمجھا تھا اس کے برخلاف سمجھا[1]۔

اسی احیاء العلوم میں ہے کہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کی مسجد سے قصہ سنانے والوں کو نکال باہر کیا اور جب حضرت حسن بصریؒ کا کلام سنا تو آپ کو اپنے منصب پر رہنے دیا کیونکہ آپ علم آخرت کا ذکر کرتے تھے[2]۔

---

[1] امام عبداللہ یافعی - مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۲۳۱
[2] امام محمد غزالی - احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۶

ائمہ حدیث اور صوفیہ کرام کے مستند شیخ امام ابو طالب مکی
قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ گئے
تو تمام قصے سنانے والوں کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا کہ ہماری مجلس
میں قصے نہ سنائے جائیں یہاں تک کہ حضرت حسن بصری کے پاس گئے
اور وہ اس علم کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، ان کی باتیں سنیں
وہاں سے لوٹے اور حضرت حسن بصریؒ کو اپنے منصب پر بحال رکھا۔[1]

حضرت حسن بصری نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی۔ تین سو
صحابہ کرام کو دیکھا اور حضرت عثمان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کو اور جو عشرہ مبشرہ میں سے اس وقت تک موجود تھے ان کی بھی زیارت
سے مشرف ہوئے۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سماعت یعنی استفادہ کے بیان میں

حافظ مزی فرماتے ہیں اور حافظ مزی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے
میں شیخ ذہبی لکھتے ہیں ہمارے شیخ، امام، علامہ، حافظ، نقاد، محقق
مفید، محدث شام، حدیث کو نفس المرجح کے قول کے مطابق متناً اور
اسناداً سمجھتے ہیں، رجال اور طبقات کی معرفت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں
اور جس نے ان کی کتاب تہذیب الکمال دیکھی تو وہ ان کے حفظ کے
مرتبہ سے آگاہ ہو جائے گا۔ میں نے ان کا مثیل نہیں دیکھا اور نہ
انہوں نے اپنا مثیل پایا۔ وہ (حافظ مزی) فرماتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ
حرشی فرماتے ہیں کہ تمامہ بن عبیدہ نے ہمیں حدیث سنائی، وہ فرماتے

[1] امام ابو طالب مکی۔ قوت القلوب ج ١ ص ٣٠٢

ہیں مجھے عطیہ بن محارب نے یونس بن عبید سے روایت کرتے ہوئے
حدیث سنائی کہ میں نے حضرت حسن بصری سے سوال کیا کہ اے ابو سعید
آپ کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ آپ نے حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہیں پائی، حضرت حسن بصری نے جواب
میں فرمایا: اے برادر زادے تو نے ایسی چیز کے بارے میں مجھ سے
سوال کیا کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اگر مجھے تجھ پر اعتماد نہ ہوتا تو میں
کبھی حقیقتِ حال کا انکشاف نہ کرتا۔ میں جن حالات سے دوچار ہوں
وہ تیرے سامنے ہیں، حجاج بن یوسف کا اقتدار ہے۔ اس لیے ہر وہ
حدیث جو تو مجھ سے سن کر میں کہوں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو وہ حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہو گی۔ میں ایسے دور میں ہوں
کہ حضرت علی کا نام نہیں لے سکتا[1]

شیخ ابو اسحق بن دراجی نے ابو جعفر صیدلانی سے روایت کرتے
ہوئے ہمیں اجازۃً خبر دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہمیں ابو علی حداد نے خبر دی،
انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو نعیم نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابو القاسم
عبد الرحمن بن العباس بن عبد الرحمن بن زکریا الاطروش نے حدیث بیان
کی، انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہ محمد بن حنفیہ واسطی نے ہم سے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن موسیٰ حرشی نے ایسی ہی حدیث بیان کی (کہ جب
میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہوں تو وہ حضرت علی بن ابی طالب
کی روایت ہو گی)۔ یہ دونوں روایتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ و وجہ من رآی
وجہہ سے حضرت حسن بصری کے سماع اور استفادہ پر بہت بڑی دلیل ہے

[1] شیخ صفی الدین احمد خزرجی۔ خلاصۃ التذہیب ص ٦٦

اور اس قول کے راویوں کے بارے میں ثقہ حضرات کا کوئی اعتراض بھی نہیں اور اہلِ روایت کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے۔

شیخ ذھبی نے تذھیب التھذیب میں فرمایا، وہ حافظ ذہبی جن کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں کہا ہے کہ ذھبی ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں نقدِ رجال میں استقرائے تام حاصل ہے[1]۔ وہ ذھبی حضرت حسن بصریؒ کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ بن عفان اور امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی ہے

حضرت امام ملا علی قاری المکی شرح نخبۃ الفکر میں مرسل کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کرام فرماتے ہیں کہ مرسل مطلقاً حجت ہے۔ یہ فیصلہ ان کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے کیا گیا ہے اور اس حسنِ ظن کی بنا پر کہ انہوں نے صحابی ہی سے روایت کی ہوگی اور صحابی کا نام کسی وجہ سے حذف کر دیا ہوگا۔ جیسا کہ ایک جماعت سے روایت کی جاتی ہے (تو صحابی کا نام نہیں لیا جاتا) اس طرح حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی جاتی ہے کہ یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ انہوں نے مطلقاً روایت کی (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور درمیان کے صحابہ کا ذکر نہیں کیا) حالانکہ ستر صحابہ کرام سے حدیث کی سماعت کی۔ اور اسی طرح حجاج بن یوسف کے فتنے کے خوف کی وجہ سے خصوصیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام حذف کر دیتے تھے

---

[1] امام ابن حجر۔ شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۱

زبدۃ المحدثین، عمدۃ المحققین، مُشید قواعد الطریقۃ، جامع الشریعۃ والحقیقۃ، سالک صراط مستقیم شیخ ابراہیم کردی جو بلند مقامات والے اور واضح کرامات والے ہیں ـــــ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سلمہ اللہ و ابقاہ کے فنِ حدیث میں استاد ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے شاگردِ رشید شیخ میانداد کو سندِ اجازت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اجزت اخانا الصالح الفاضل مولوی میاں داد روایۃ صحیح البخاری وغیرہ من الکتب الستّۃ ومسند الدارمی وکتاب مشکوٰۃ المصابیح بحق قرائتی للبخاری وسماعی لدارمی واجازۃ الباقی مع قرأۃ اوائلها علی الشیخ ابی طاهر محمد بن ابراهیم الکردی المدنی بحق اجازته وقراءته علی والده الشیخ ابراهیم الکردی۔

بہر حال حضرت شیخ الکردی نے اپنی کتاب "انباہ الانتباہ" جو کہ لا الٰہ الا اللہ کے اعراب کی تحقیق میں ہے ذکر تلقین کے باب میں لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین ابو المحاسن یوسف بن عبد اللہ بن عمر عجمی کولانی نے اپنی کتاب "ریحان القلوب فی التوصل الی المحبوب" میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے قریب ترین طریقہ بتائیں اور آسان ترین عبادت بھی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل بھی ہو تو جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنے اوپر لازم کر لو۔ تو

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی ذکر کی فضیلت بھی اسی طرح ہے اور تمام
لوگوں کو ذکر کرنا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی قیامت
قائم نہیں ہوگی جب تک زمین پر اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے۔ حضرت علی
نے عرض کی یا رسول اللہ میں کس طرح ذکر کروں آپ نے فرمایا آنکھیں بند
کرلیں اور مجھ سے تین دفعہ سنیں پھر اسے تین دفعہ دھرائیں اور میں سنوں گا
تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند فرما کر بلند آواز سے تین دفعہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور حضرت علی نے سُنا پھر حضرت علی نے آنکھیں
بند کر کے تین دفعہ بلند آواز سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے سُنا۔ پھر حضرت علی رضؓ نے یہ ذکر حضرت حسن بصریؒ کو سکھایا۔ اور حضرت
شیخ ابراھیم کردی نے اس کا سلسلہ ذکر کیا کہ شیخ عبد القدوس عباسی
شناوی نے اپنے بیٹے شیخ علی اور انہوں نے اپنے بیٹے شیخ ابو المواہب احمد
عباسی شناوی کو پھر شیخ مدنی کو تلقین کیا اور انہوں نے ہمارے سردار،
شیخ، ہمارے لیے راہِ حق کے ہادی، شریعت و طریقت اور حقیقت کے
امام، صاحب بصیرتِ محمدی، ملکوت و ملک کے دائروں کے مرکز، اذنِ
الٰہی سے مقاماتِ علیا کا احاطہ کرنے والے، فریدِ عصر، غوثِ زماں سید
صفی الدین احمد بن محمد مقدسی دجانی، مدنی معروف بقشاشی اللہ تعالیٰ
ان کے فیوض و برکات سے ہمیں دارین میں نفع دے آمین۔ اور آپ
نے بے شمار مخلوق کو یہ ذکر سکھایا۔ ان ہی میں سے شیخ ابراھیم بن حسن
بن شہاب الدین کولانی، شہر زوری، شہرانی، مدنی بھی ہیں۔

ہمارے شیخ (اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات سے ہمیں دونوں جہان
میں نفع دے) کے سلسلوں میں سے ایک سلسلہ یہ ہے جسے ہم نے حدیث

کے ضمن میں تبرکاً ذکر کیا ہے۔ حافظ ابو الفتوح طاؤس نے اس حدیث کی
تخریج کی ہے جیسا کہ "ریحان القلوب" میں ہے۔ پھر ترجیح اس کو دی کہ
حضرت حسن بصری نے حضرت علی سے سماع کیا یعنی استفادہ کیا۔ اگرچہ
حفّاظِ حدیث اس میں مختلف القول ہیں۔ ایک جماعت نے انکار کیا
اور ایک جماعت نے اثبات کیا ہے۔

شیخ حافظ جلال الدین سیوطی اتحاف الفرقہ میں لکھتے ہیں کہ میرے
نزدیک "اثبات" کو ترجیح ہے[1]۔ اور حافظ ضیاء الدین مقدسی نے
بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور اپنی کتاب مختارہ میں لکھا ہے کہ حضرت حسن
بن ابی الحسن بصریؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضؓ سے سماعت کی ہے اور
یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے حضرت علی رضؓ سے کوئی حدیث نہیں سُنی اور حضرت
حافظ ابن حجر رحؒ نے "حواشی مختارہ" میں اسی کی اتباع کی ہے[2] (مگر
بعد میں سماعت کو ترجیح دی اور کہا کہ یہی صحیح ہے) پھر انہوں نے حضرت علی رضؓ
سے امام حسن بصریؒ کی سماعت پر بحث کی اور ترجیح کے دلائل دیئے۔
اور جو چاہے فتاوی سیوطی اور ہمارے شیخ کی سمط المجید دیکھ لے۔

جب امام حسن بصری اور امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ کے درمیان سماعت
اور ملاقات کا ثبوت صحیح ہے اور تلقینِ ذکر کی سند امام حسن بصری کے
ذریعہ صوفیاء کرام کی کئی جماعتوں تک پہنچی ہے اور ان میں کئی حفّاظِ حدیث ہیں۔
ان ہی میں حافظ ابو الفتوح طاؤسی ہیں جنہیں یہ سند شیخ زین الدین خوافی
کے ذریعہ پہنچی ہے اثبات نفی سے مقدم ہوتا ہے، تلقینِ ذکر کی سند کا

---

[1] امام جلال الدین سیوطی۔ اتحاف الفرقہ ص ۵،
[2] امام جلال الدین سیوطی۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۹۱

ایصال (اور اثبات) زیادہ صحیح ہے۔ یہ تحقیق فنِ حدیث اور محدثین کے اصولوں کی تحقیق کے مطابق ہے مگر اکابر اہل طریقت نفی اور اثبات میں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں وہ جب کسی چیز کا اثبات اور اس کی توثیق کرتے ہیں تو وہ واقع کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال: ارسال وغیرہ کا حکم جرح کے اقسام سے ہے اور اتصال تعدیل کی قسم ہے اور جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

جواب: یہ بات اس وقت ہوگی جب جرح ثابت اور اس کا سبب معلوم ہو۔ ورنہ جرح قبول نہ ہوگی (یعنی تعدیل پر اسے ترجیح نہ ہوگی) علماء اصول نے اس بات کو محققانہ طور پر ثابت کیا ہے۔ اور وہ شخص جس نے "ارسال" میں جرح اور "اتصال" میں قدح کی اور برہانِ قاطع سے اس کے سبب کو ثابت نہ کر سکا (جیساکہ مذکورہ بحث میں ہے) تو گویا اس کی بنیاد "عدم اصلی" تھی تو اس کی (یہ جرح وقدح) مقبول نہیں ہوگی کیونکہ اعتبار "مزید علم" کا ہے اور وہ جرح کے مقدم ہونے کا سبب ہے اور یہ چیز وصل میں مقدم ہے۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ کے اس قول "بعد میں انہوں نے سماعت کو ترجیح دی اور تصحیح کی" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے حضرت امام حسن بصریؒ کی سماع کا حضرت علیؓ سے انکار کیا اور دلیل میں شیخ المحدثین حضرت شہاب الدین ابن حجر عسقلانی قدس اللہ سرہٗ کو پیش کیا ہے تو وہ ان کے آخری قول پر مطلع نہیں ہوا بلکہ اس نے ان کے پہلے مرجوح عنہ قول پر توقف کیا ہوا ہے اور علامہ کردی کے قول سے یہ ظاہر ہوا کہ امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے حدیث کی سماعت، فنِ حدیث اور محدثین کی تحقیق کے

مطابق ثابت ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ "صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے امام حسن بصریؒ کو ذکر کی تلقین کی ان کے اس قول کی کوئی سند نہیں" لیس بشیءٍ اور اس شیخ، محدث، متقی اور ان مشائخ محدثین روح اللہ ارواحہم کے نزدیک جنہوں نے اس حدیث کی اسناد بیان کی ہیں، کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

امام حسن بصری کی روایت کردہ احادیث سے امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے اتصال کا اثبات

امام احمد اپنی مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن عن علي قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول رفع القلم عن ثلاثة عن الصغير حتى يبلغ وعن النائم حتى يستيقظ وعن المصاب حتى يكشف عنه [1]	ہم سے ھشیم نے حدیث بیان کی کہا کہ خبر دی ہمیں یونس نے حسن سے، انہوں نے علی سے کہ کہا انہوں نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لی گئی ہے بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور بے ہوشش سے یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔

اور فرماتے ہیں

حدثنی بهز وحدثنا عفان	حدیث بیان کی مجھ سے بہز نے اور

[1] امام احمد حنبل۔ مسند ج ۱ ص ۱۱۶

قالا حدثنا همام عن قتادة عن الحسن عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوہ او قال المجنون حتی یعقل وعن الصغیر حتی یشب[1]

حدیث بیان کی عثمان نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ہمام نے قتادہ سے انہوں نے حسن سے، انہوں نے علی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالی گئی، سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے، پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہوجائے۔ بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے۔

اور امام محمد بن عیسٰی ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن یحیی القطعی البصری حدثنا بشر بن عمر حدثنا همام عن قتادة عن الحسن البصری عن علی کرم اللہ وجهه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یشب وعن المعتوہ حتی یعقل[2]

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحیی القطعی البصری نے، ہم سے حدیث بیان کی بشر بن عمر نے، ہم سے حدیث بیان کی ہمام نے قتادہ سے، انہوں نے حسن بصری سے انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھالی گئی ہے، سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے، بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے، پاگل سے یہاں تک کہ وہ صحیح ہوجائے۔

---

[1] امام احمد حنبل ـ مسند ـ ج ۱ ص ۱۱۸

[2] امام محمد بن عیسٰی ـ جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۷۰

امام ترمذی فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری کی حدیث اس طریقہ سے "حسن غریب" ہے اور یہ روایت کے دوسرے طریقوں سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے۔ اور ہم حضرت علی بن ابی طالب سے حضرت حسن بصری کی سماعت یعنی استفادہ کے بارے میں نہیں جانتے۔

امام حافظ جلال الدین سیوطی الاتحاف میں لکھتے ہیں کہ امام نسائی اور امام حاکم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرح ضیاء مقدسی نے اپنی کتاب المختارہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ حدیث امام احمد کے مذہب کے مطابق متصل ہے کیونکہ یہ "معنعن" ہے اور ہر "معنعن" جمہور کے نزدیک (امام ترمذیؒ کے نزدیک بھی) متصل ہوتی ہے۔ جب کہ وہ تدلیس کے شبہ سے خالی ہو۔ اور جب امام حاکم اور حضرت ضیاء مقدسی نے اس حدیث کی تصحیح کردی تو تدلیس کا شبہ بھی ختم ہوگیا۔ امام حافظ ابوبکر خطیب نے الکفایہ فی علم الروایہ میں ابوداؤد کی سند سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے سنا کہ ان سے کہا گیا کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا ہے کہ عن عروۃ ان عائشۃ قالت

اور عن عروۃ عن عائشۃ کے الفاظ روایت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا کہ یہ دونوں عبارتیں برابر نہیں ہیں (بلکہ دونوں سے الگ الگ مفہوم ثابت ہوتا ہے) امام احمدؒ نے دونوں عبارتوں میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی عبارت کے مطابق حضرت عروہؓ کی سند حضرت عائشہؓ تک نہیں پہنچتی اور نہ ہی انہوں نے قصے کو پایا ہے۔ تو ان الفاظ سے (جو روایت ہوگی وہ) مرسل ہوگی اور دوسری سند "عنعن" ہے تو ان الفاظ سے (جو روایت ہوگی وہ) متصل

ہو گی چنانچہ یہ حدیث امام ترمذی کے مذہب کے مطابق بھی متصل ہے۔ کیونکہ وہ یا تو جمہور کی طرح صرف معاصرت پر اکتفا کریں گے یا بعض کی طرح "لقا" یعنی ملاقات کی شرط کے بھی قائل ہوں گے اور یہ دونوں چیزیں اس حدیث میں امام ترمذی کے نزدیک بھی پائی جاتی ہیں اور دوسرے ائمہ حدیث کے نزدیک بھی پائی جاتی ہیں۔ اور روایت میں یہ شرط نہیں کہ راوی جس سے روایت کرے اس سے اس کا سماع (یعنی روایت کرنا) بھی مشہور ہو۔ اور امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ :

لانعرف للحسن سماعاً من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم حضرت امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ سے حدیث کی سماعت صریحاً نہیں جانتے۔ امام ترمذی کا یہ فرمانا عادت اور تدلیس کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح قاضی ابوبکر العربی نے ترمذی کی شرح میں کہا ہے کہ

قَد اَدْرَكَ الحَسَنُ عَلِیًّا مسنًّا وَلٰكِن لَا نَعلَمُ سِمَاعَهٗ مِنهُ[1]۔ — امام حسن بصری نے بچپن میں حضرت علی کی صحبت پائی ہے لیکن ہمیں ان کی حضرت علی سے روایتِ حدیث کا علم نہیں ہے۔

اسی طرح یہ مذکورہ حدیث امام مسلمؒ کے مذہب کے مطابق بھی متصل ہے۔ اس لیے کہ وہ "اتصال" کے لیے صرف معاصرت کی قید لگاتے ہیں اور جس شخص نے امام مسلمؒ کے اس نقطۂ نظر کی مخالفت کی ہے (یعنی صرف معاصرت کے علاوہ راوی کے لیے کوئی دوسری قید بھی لگائی ہے) تو اس پر امام مسلمؒ نے ردّ و انکار کیا ہے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث کو یہاں نقل کر دیا جائے اگرچہ اس میں طوالت ہے مگر باعثِ ملال نہیں ہے۔

اتصال پر امام مسلمؒ کا نقطۂ نظر چنانچہ امام مسلمؒ اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں : ہمارے زمانہ کے بعض خود ساختہ محدثین نے اسناد کی صحت اور سقم کے

[1] الشیخ ابوبکر بن العربی ۔ شرح ترمذی ج ٦ ص ١٩٥

بارے میں ایک قول بیان کیا ہے اگر ہم اس کی نقل اور ابطال سے اعراض کریں تو یہ عمدہ تجویز اور صحیح طریقہ ہوگا۔ اس لیے کہ متروک اور اس کے قائل کا ذکر نہ کرنا اسے موت سے ہمکنار کرنے اور ختم کر دینے کے مترادف ہے اور یہی مناسب ہے کہ جہلا کو ایسے قول کی خبر ہی نہ ہو۔ لیکن ہمیں انجام کار کا خوف ہے کہ جہلا نئی بات پر فریفتہ ہوتے ہیں اور وہ غلط چیز جو علماء کرام کے نزدیک ساقط الاعتبار ہوتی ہے اس پر اعتقاد کر لیتے ہیں چنانچہ ہم نے لوگوں کی بہتری اس میں سمجھی کہ ایسے قول کی خامی بیان کر دی جائے اور پھر اس کی مناسب تردید بھی کر دی جائے۔ ان شاء اللہ اس کا نتیجہ اور انجام بہتر ہوگا۔ اور وہ شخص جس کے قول کے سلسلہ میں ہم نے بات کی ہے اور جس کے سوء ظن کو ہم نے غلط قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا گمان ہے کہ حدیث کی ہر وہ اسناد جس میں "فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ" ہو اور یہ طے ہو گیا ہو کہ وہ ایک زمانے میں تھے اور ممکن ہو کہ جس نے یہ حدیث جس سے روایت کی ہے اس سے سُنی ہو، اور اس سے بالمشافہ ملاقات کی ہو۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ اس نے، اس سے سُنا ہے۔ اور نہ ہی روایات میں ایسی کوئی بات ملتی ہے کہ ان دونوں کی باہم ملاقات یقیناً ہوئی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تھے۔ تو ایسی اسناد سے جو حدیث روایت کی جائے وہ حجت نہیں ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک یا ایک سے زیادہ دفعہ ملے تھے اور ایک دوسرے سے ہمکلام ہوئے تھے۔ یا ایسی کوئی خبر ہو جس میں اس کی وضاحت ہو کہ ان دونوں کی ایک یا ایک سے زیادہ دفعہ آپس میں ملاقات ہوئی تھی۔ اگر اس بات کا علم نہ ہو اور ایسی کوئی روایت بھی نہ ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ راوی اپنے صاحب سے ایک دفعہ ضرور ملے ہیں اور اس سے حدیث سُنی ہے۔ تو اس قسم کی روایت نقل کرنا یعنی ایسے شخص سے جس سے ملاقات

کا علم نہ ہو تو ایسی صورت میں ایسی روایت حجت نہیں ہے۔ بلکہ وہ روایت اس وقت تک موقوف رہے گی جب تک اس کے بارے میں کسی دوسری روایت سے ان دونوں راویوں کا آپس میں تھوڑا بہت سماع ثابت نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، یہ قول اسناد پر طعن کے سلسلے میں ایک اختراع اور ایجاد ہے۔ اور اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے اس کی تائید و حمایت کی ہے۔ اس لیے کہ مشہور قول جس پر تمام قدیم و جدید محدثین کا اتفاق ہے یہ ہے کہ:

"جب کوئی ثقہ شخص، ثقہ شخص سے روایت کرے اور دونوں کی آپس میں ملاقات اور سماعت جائز اور ممکن ہو اس طور پر کہ دونوں ایک زمانے میں موجود تھے اگرچہ کسی روایت میں اس کی وضاحت نہ ہو کہ وہ دونوں باہم ملے تھے یا بالمشافہ کلام ہوئی تھی تو وہ روایت ثابت ہوگی اور لازماً اس سے حجت ثابت ہوگی مگر یہ کہ ان کے عدمِ ملاقات اور عدمِ سماع پر کوئی کھلی اور واضح دلیل نہ ہو۔ اور اگر یہ صورت حال مبہم ہو یعنی عدمِ ملاقات اور عدمِ سماع کی وضاحت نہ ہو جیسا کہ ہم نے تفصیلاً بیان کیا ہے تو ایسی روایت سے بھی سماع ثابت ہوگی۔"

پھر اس قول کے اختراع کرنے والے یا اس کی حمایت کرنے والے سے کہا جائے گا کہ تو نے خود کہا ہے۔

خبر الواحد الثقة عن الواحد الثقة حجة يلزم به العمل ۔ ایک ثقہ شخص کی دوسرے ثقہ شخص سے روایت حجت ہے اور اس پر عمل واجب ہے اس کے بعد تو نے یہ شرط بڑھا دی ہے کہ جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ

وہ دونوں زندگی میں ایک یا ایک سے زائد مرتبہ آپس میں ملے تھے اور ایک نے دوسرے سے روایت سُنی تھی۔ تو کیا تو نے جس شرط کو شرط قرار دیا ہے یہ کسی ایک کے قول سے بھی ثابت و لازم ہوتی ہے۔ ورنہ اپنی اس اختراع پر دلیل پیش کرو۔ تو اگر وہ سلف کے قول میں سے کسی کا دعویٰ کرے تو اس سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا۔ تو اسے اور اس کے معاونوں اور مددگاروں کو اپنی ایجاد پر کوئی ایسا قول دستیاب نہ ہوگا۔ اور اگر انہیں اس بات کا دعویٰ ہے کہ میرے پاس اس پر کوئی دلیل ہے تو اس سے کہا جائے گا اپنی دلیل پیش کیجئے اگر وہ اپنی دلیل پیش کرے گا تو میں اس سے کہوں گا کہ میں نے پرانے اور نئے تمام راویوں کو اس حالت میں پایا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ نہ انہوں نے اسے دیکھا اور نہ ہی اس سے کوئی چیز سنی (یعنی اس کے دیکھنے اور سُننے کا ثبوت نہیں ہے) جب میں نے یہ صورت حال دیکھی کہ محدثین اس طرح کی روایت کو (یعنی ثبوت ملاقات اور سماع کے بغیر) آپس میں جائز قرار دیتے ہیں تو یہی صورت حال ارسال میں بھی ہوتی ہے۔ یعنی (ثبوت) سماع کے بغیر روایت کو ارسال کہتے ہیں اور مرسل روایت ہمارے اصل قول کے مطابق اور اہل علم کے ہاں حجت و دلیل شمار نہیں کی جاتی تو مجھے راوی کے ثبوتِ سماع کی ضرورت محسوس ہوئی تو اگر کہیں مجھے اس کا معمولی سا ثبوت بھی دستیاب ہو گیا کہ اس نے دوسرے راوی سے سنا ہے تو اس سے اس کی تمام روایتیں درست ثابت ہوں گی۔ اور اگر میرے نزدیک اس کا سماع ثابت نہ ہوا تو اس روایت کو موقوف قرار دوں گا۔ میرے نزدیک امکانِ ارسال کی وجہ سے وہ روایت حجت نہ ہوگی تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے نزدیک روایت کو ضعیف تسلیم کرنے اور اسے حجت نہ سمجھنے کا سبب صرف "امکانِ ارسال"

ہے تو تیرے لیے لازم ہوگا کہ تو کسی "اسنادِ معنعن" کو اس وقت تک تسلیم نہ کرے جب تک اول راوی سے لے کر آخر راوی تک اس میں سماع کی وضاحت نہ ہو اس کی مثال یہ ہے کہ وہ حدیث مبارکہ جو ہمیں "ہشام بن عروہ" کی اسناد سے پہنچی کہ ہشام نے اپنے والد عروہ سے، انہوں نے (اپنی خالہ) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ سے سُنا ہے تو ہم یقین سے یہ جانتے ہیں کہ ہشام نے اپنے والد سے سُنا اور ان کے والد عروہ نے حضرت عائشہ رضؓ سے سُنا جیسا کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ بے شک حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سنا ہے۔ تاہم اس کا احتمال ہے کہ اگر کسی روایت میں ہشام اس طرح نہ کہیں کہ میں نے اپنے والد عروہ سے سُنا، یا عروہ نے مجھے خبر دی بلکہ عن عروۃ کہہ کر روایت کریں تو اس روایت میں ہشام اور ان کے والد عروہ کے درمیان کوئی دوسرا راوی ہو جس نے عروہ سے سُن کر ہشام کو خبر دی ہو اور ہشام نے اس روایت کو اپنے والد سے نہ سُنا ہو اور ہشام نے اس کو مرسل کے طور پر روایت کرنا اچھا سمجھا ہو اور جس سے سنا اس کا ذکر مناسب نہ سمجھا ہو۔ جس طرح یہ احتمال ہشام اور اس کے والد عروہ کے مابین ہے اسی طرح یہ احتمال عروہ اور حضرت عائشہ رضؓ کے مابین بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ احتمال ہر اس اسنادِ حدیث میں ہو سکتا ہے جس میں راوی کے سماع کی وضاحت نہ ہو۔ اگرچہ یہ معلوم ہو کہ ایک نے دوسرے سے بہت سی روایتیں سُنی ہیں مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بعض روایتیں اس سے نہ سُنی ہوں بلکہ کسی دوسرے سے سُن کر بعض اوقات مرسلاً روایت کی ہوں۔ یعنی جس سے سُنا اس کا نام نہ لیا ہو اور بعض اوقات "ترکِ ارسال" کرتے ہوئے اس کا نام لے لیا ہو۔

یہ جو احتمال ہم نے بیان کیا ہے حدیث میں موجود ہے اور ثقہ محدثین اور ائمہ اہل علم کے ہاں اس کی مثالیں بھی ہیں۔ ہم انشاء اللہ اس طرز کی بعض روایات ذکر کریں گے جو (دوسری) بہت سی روایات کے لیے دلیل بنیں گی ان میں سے

(پہلی روایت) یہ ہے کہ ایوب سختیانی، ابن مبارک، وکیع، ابن نمیر اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے اسی طرح روایت کی ہے کہ

عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت كنت اطيب رسول الله صلی الله عليه وسلم لحله ولحرمه باطيب ما اجد.

ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کھولتے اور باندھتے وقت وہ عمدہ خوشبو لگائی جو مجھے دستیاب ہوئی۔

اسی روایت کو لیث بن سعد، داؤد عطار، حمید بن اسود، وھیب بن خالد اور ابو اسامہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ

عن هشام اخبرني عثمان بن عروة عن عروة عن عائشة رضی الله عنها.

ہشام سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عثمان بن عروہ نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ سے خبر دی۔

دوسری روایت یہ ہے:

روى هشام عن ابيه عن عائشة قالت: ما كان النبي صلی الله عليه وآله وسلم اذا اعتكف يدلي

ہشام نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک

الی رأسه فارجله وانا حائض

میری طرف کرتے تو میں آپ کے سر مبارک میں کنگھی کرتی حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی۔

اسی روایت کو من وعن امام مالک نے دوسرے طریقے سے روایت کیا ہے۔

مالك بن انس عن الزهری عن عروة عن عمرة عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم

مالک بن انس نے زھری سے، انہوں نے عروہ سے انہوں نے عمرہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے، انہوں نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

تیسری روایت یہ ہے کہ:

روی الزهری و صالح بن ابی حسان عن ابی سلمة عن عائشة کان النبی صلی الله علیه وسلم یقبل وهو صائم۔

زہری اور صالح بن ابی حسان نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار ہونے کی حالت میں بوسہ لیتے۔

یحیی بن ابی کثیر نے اس بوسہ والی حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے:

اخبرنی ابوسلمة بن عبدالرحمن ان عمر بن عبدالعزیز اخبره ان عروة اخبره ان عائشة اخبرته ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم کان یقبلها وهو صائم۔

ابوسلمہ نے مجھے خبردی کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں خبردی اور بیشک انہیں عروہ نے خبردی کہ انہیں حضرت عائشہ نے خبردی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بوسہ لیتے حالانکہ آپ روزے سے ہوتے۔

چوتھی روایت یہ ہے کہ:

روی ابن عیینة وغیره عن

سفیان بن عیینہ وغیرہ نے عمرو بن دینار سے

عمرو بن دینار عن جابر قال اطعمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم لحوم الخیل ونهانا عن لحوم الحمر الاهلیة۔

انہوں نے حضرت جابر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرمایا۔

اس روایت کو اس طرح بھی روایت کیا گیا ہے:

رواہ حماد بن زید عن عمرو عن محمد بن علی عن جابر عن النبی صلی الله علیه واله وسلم

حماد بن زید نے عمرو سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے حضرت جابر سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اس قسم کی روایات کی تعداد کثیر ہے۔ جو مثالیں ہم نے ذکر کردی ہیں یہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔

جس شخص کا قول ہم نے اوپر بیان کیا ہے اگر اس کے نزدیک حدیث کے فساد اور توہین کی علت یہ ہے کہ ایک راوی کا سماع جب دوسرے راوی سے معلوم نہ ہو تو ارسال ممکن ہے تو اس کے اپنے قول کے مطابق ہی اس پر لازم ہوتا ہے کہ جن روایات میں (دوسرے ذرائع سے) راوی کا سماع دوسروں سے ثابت ہو چکا ہے ایسی روایات سے استدلال ترک کردے۔ البتہ اس شخص کے نزدیک صرف وہی روایت حجت ہوگی جس میں سماع کی تصریح ہے۔ اور قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث روایت کرنے والے ائمہ کرام کا حال مختلف ہوتا ہے کبھی تو وہ ارسال کرتے ہیں اور جس سے روایت سنی ہوتی ہے اس کا نام نہیں لیتے اور کبھی خوشی میں ہوتے ہیں اور روایت کو جس سے سُنا ہوتا ہے اسی سے اس کو روایت

کرتے ہیں (یعنی اس کا نام لیتے ہیں)، اگر سند عالی ہو اور واسطے کم ہوں تو تمام راویوں کا ذکر کر دیتے ہیں اور اگر سند عالی نہ ہو اور واسطے زیادہ ہوں تو ارسال کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔

ائمہ سلف میں جو حدیث کو استعمال کرتے اور اسناد کی صحت اور سقم کی معلومات کرتے تھے جیسے ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، یحییٰ بن سعید قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی اور جو ان کے بعد ہو گزرے ہیں کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ وہ اسناد میں سماع کی تحقیق کرتے ہوں جیسا کہ یہ آدمی دعویٰ کرتا ہے۔ البتہ جن لوگوں نے ان میں سے راویوں کے سماع کے بارے میں تحقیق کی ہے تو وہ، وہ راوی ہیں جو اس وقت "تدلیس" میں مشہور تھے تو ائمہ سلف نے ایسے راویوں کے بارے میں دریافت اور تحقیق کی ہے تاکہ ان سے تدلیس کا مرض دور ہو جائے۔ لیکن "غیر مدلس" راوی کے سماع کی تحقیق جس طرح اس آدمی نے بیان کی ہے ہم نے جن ائمہ سلف کا ذکر کیا ہے اور جو اس کے علاوہ ہے کسی سے نہیں سُنا۔

اس قسم کی روایات میں سے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری کی روایت ہے کہ جنہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا ہے اور اس کے باوجود حضرت حذیفہ بن الیمان، ابومسعود انصاری دونوں سے ایک ایک حدیث روایت کی اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام تک اسناد کی ہے۔ چنانچہ ان روایات میں اس چیز کی تصریح نہیں کہ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری نے حضرت حذیفہ اور حضرت ابومسعود سے سنا ہے اور نہ ہی ہمیں کسی روایت میں یہ چیز ملی ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے حضرت حذیفہ اور حضرت ابومسعود سے آمنے سامنے ہو کر ملاقات کی ہے اور ان سے کوئی روایت سنی ہے۔ اور

نہ ہی کہیں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے ان دونوں حضرات کو دیکھا ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں ائمہ سلف سے ہم نے کوئی روایت سنی ہے اور ہمارے علم میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جس نے حضرت عبداللہ بن یزید کی حضرت حذیفہ اور حضرت ابومسعود سے ان دونوں روایتوں کے بارے میں ضعف کا اعتراض اور طعن کیا ہو بلکہ یہ دونوں حدیثیں اور جو ان کے مشابہ ہیں، حدیث کے ان اہل علم کے ہاں، جن سے ہماری ملاقات ہوئی صحیح الاسناد اور قوی ہیں اور وہ ان کا استعمال جائز سمجھتے ہیں اور سنن و آثار میں ان کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور اس شخص کے قول کے مطابق جس کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں یہ احادیث اس وقت تک بے کار و بے مقصد ہیں جب تک حضرت عبداللہ بن یزید کا حضرت حذیفہ اور حضرت ابومسعود سے سماع ثابت نہ ہو جائے۔

اور اگر ہم سب ایسی احادیث جو اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں اور اس شخص مذکور کے نزدیک ضعیف ہیں، ذکر کریں تو ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا لیکن ہماری خواہش ہے کہ ان کی کثیر تعداد میں سے بعض کا ذکر کریں تاکہ باقی احادیث کے لیے وہ نمونہ اور مثال کا کام دیں۔ ابوعثمان نہدی اور ابورافع صائغ نے دورِ جاہلیت پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابہ سے ملے اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان سے روایت بھی کی یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کی طرح دوسرے صحابہ سے بھی ملے۔ ان دونوں حضرات نے حضرت اُبی بن کعب سے روایت کی اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان دونوں نے

حضرت ابی بن کعب سے ملاقات کی ہے۔ ابوعمرو شیبانی جنہوں نے دورِ جاہلیت پایا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں جوان مرد تھے اور ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ دونوں نے حضرت ابومسعود انصاری سے دو دو حدیثیں روایت کیں اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی۔ حضرت عبید بن عمیر نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے، جب کہ حضرت عبید رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مسعود میں پیدا ہوئے۔ حضرت قیس بن ابی حازم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہد مبارک پایا ہے مگر حضرت ابومسعود انصاری سے تین حدیثیں روایت کیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا، حضرت علی بن ابی طالب کی صحبت میں رہے مگر حضرت انس بن مالک (جو چھوٹے صحابہ میں سے تھے) سے ایک حدیث روایت کی اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی۔ ربعی بن حراش نے حضرت عمران بن حصین سے دو حدیثیں روایت کیں اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی۔ اور پھر ایک حدیث حضرت ابوبکرہ سے روایت کی اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی۔ اور ربعی نے حضرت علی بن ابی طالب سے سنا اور ان سے روایت کی ہے۔ نافع بن جبیر بن مطعم نے حضرت ابوشریح خزاعی سے ایک حدیث روایت کی اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی ہے۔ حضرت نعمان بن ابی العیاش نے حضرت ابوسعید خدری سے تین حدیثیں روایت کیں اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام

سے روایت کیں۔ حضرت عطاء بن یزید لیثی نے حضرت تمیم داری سے ایک حدیث روایت کی اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی۔ حضرت سلیمان بن یسار نے حضرت رافع بن خدیج سے ایک حدیث روایت کی اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی حضرت حمید بن عبدالرحمن حمیری نے حضرت ابوہریرہ سے کئی احادیث روایت کیں اور انہوں نے حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی۔

یہ تمام تابعین جنہوں نے حضرات صحابہ سے روایت کی ہے ان کا ان حضرات صحابہ سے سماع کسی معین روایت میں ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ان صحابہ کرام سے ان کی ملاقات کسی روایت سے ظاہر ہوتی ہے اس صورت کے باوجود ان کی یہ سب روایتیں علماء حدیث اور علماء روایت کے نزدیک صحیح الاسناد ہیں۔ اور ہمارے علم میں ایسا کوئی اہل علم نہیں جنہوں نے اِس ایسی حدیث کو ضعیف کہا ہو۔ یا اس میں سماع کی تلاش کی ہو۔ اس لیے کہ ان کا سماع ممکن ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا، کیونکہ دونوں فریق ایک زمانے میں موجود تھے اور وہ قول جس کا ذکر (وہ حدیث جو "عن" سے روایت ہو وہ اس وقت تک حجت نہیں ہو سکتی جب تک اس راوی کے سابق سے اس کا سماع ثابت نہ ہو جائے) ہم نے کیا ہے اور حدیث کے ضعف پر جو علت بیان کی ہے وہ التفات اور ذکر کے قابل ہی نہیں اس لیے کہ یہ قول اختراعی ہے، غلط اور فاسد ہے۔ اور گذشتہ اہل علم میں سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے، اور جو اخلاف اہل علم ہیں انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ اسی وجہ سے اس اختراعی

قول کی تردید کی ضرورت ہی نہیں۔ جب ایسے قول اور اس کے قائل کی یہ وقعت ہے جو بیان ہوئی اور جو لوگ علماء کرام کے مذہب کے خلاف کوئی قول پیش کرتے ہیں ان کے رد کے لیے اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اس پر بھروسہ ہے۔[1]

اسی طرح امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور دوسرے نقادانِ روایت کے مذہب میں بھی یہ روایت متصل کہلائے گی۔ کیونکہ ان کے نزدیک اتصال کے لیے ملاقات کا ثبوت کافی ہے۔ مگر یہ شرط جو انہوں نے رکھی ہے وہ اپنی جامع میں روایت کے درج کرنے کے لیے رکھی ہے اور وہ روایت کی اصل صحت میں یہ شرط نہیں رکھتے۔

امام بخاریؒ کے موقف کی وضاحت

امام سیوطیؒ نے شرح تقریب میں لکھا ہے کہ بعض محدثین وہ ہیں جو صرف ملاقات کی شرط رکھتے ہیں۔ اور یہی امام بخاریؒ اور ابن المدینیؒ کا قول ہے مگر یہ شرط اصل حدیث کی صحیح ہونے میں نہیں رکھتے بلکہ امام بخاری اپنی جامع میں روایت کے درج کرنے اور ابن المدینی صحتِ اصلیہ میں شرط قرار دیتے ہیں چنانچہ وہ جو کہا گیا ہے کہ

"ہر وہ حدیث جسے امام حسن بصریؒ نے امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے وہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد وغیرہم کے نزدیک متصل نہیں، اگرچہ زمانہ ان کی صحبت اور روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ مطالبِ نقلیہ میں امکان کے بجائے وقوع کا اعتبار ہوتا ہے اور جو ایک جماعت نے اس امکان سے اتصال ثابت کیا ہے اس

[1] امام مسلم قشیری نیشاپوری - صحیح مسلم ج ۱ - ص ۱۴۳

کی اس فن کے محققین کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ اتصال میں صرف معاصرت پر اکتفا کرنا ایسی چیز ہے جسے سلیم الذہن قبول نہیں کر سکتا۔[1]

چنانچہ یہ مندرجہ بالا رائے بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابو داؤدؒ، نسائیؒ، امام احمدؒ، ابو نعیمؒ، حاکمؒ، ضیاء مقدسیؒ، ابن حجرؒ اور سیوطیؒ وغیرہم کے نزدیک عدم اصابت پر مبنی ہے جیسا کہ گزر چکا اور مزید آگے بھی آ رہا ہے۔

حضرت قتادہؒ کے قول کی وضاحت

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

حدثنا یزید بن ہارون	مجھ سے حسن بن علی حلوانی نے بیان کیا،
اخبرنا ہمام قال دخل	ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، ہمیں
ابو داود علی قتادہ فلما قام	ہمام نے خبر دی، اس نے کہا کہ ابو داؤد
قالوا ان ہذا یزعم انہ	اعمی، قتادہ کے پاس گئے پس جب وہ
لقی ثمانیۃ عشر بدریا،	کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ یہ سمجھتا
فقال قتادہ: ان ہذا	ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ کرامؓ
کان سائلاً قبل الجارف[2]	سے ملاقات کی ہے تو قتادہ نے کہا کہ یہ
لا یعرض لشیء من ہذا	ہمہ گیر طاعون سے پہلے کے سائل ہیں ان
ولا یتکلم فیہ۔ فواللہ	کی کسی بات سے اعراض کیا جا سکتا ہے
ما حدثنا الحسن عن بدری	اور نہ اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کی قسم

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ قرۃ العینین ص ۳۰۱

[2] طاعونِ جارف سے مراد ہمہ گیر قسم کا طاعون ہے جس میں کثرت سے انسانوں کی اموات ہوئیں۔ تاہم اس طاعون کے زمانۂ وقوع میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا زمانہ ۶۷ ہجری بتایا ہے اور بعض نے ۸۷ ہجری کا قول نقل کیا ہے۔

مشافهة ولا حدثنا سعید بن المسیب عن بدری مشافهة الا عن سعد بن مالك[1]

ہم سے امام حسن بصریؒ نے کسی بدری سے مشافہۃً کوئی روایت نہیں کی اور نہ ہی سعید بن مسیبؒ نے سعد بن مالکؓ کے سوا کسی بدری سے مشافہۃً کوئی روایت بیان کی ہے۔

چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ امام حسن بصری نے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کوئی چیز نہیں سُنی۔ اس لیے کہ قتادہ کی امام حسن بصری کے ساتھ صحبت و ملازمت شک و شبہ سے بالا ہے اور اگر امام حسن بصریؒ نے کسی بدری صحابی سے سُنا ہوتا تو قتادہ کو ضرور سناتے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام حسن بصریؒ کی امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے ملاقات بھی نہ ہوسکی کیونکہ اگر ملاقات ہوتی تو لازماً ان سے کوئی روایت بھی سُنتے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر وہ حدیث جسے امام حسن بصریؒ نے امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے یا کسی دوسرے بدری صحابی سے روایت کیا ہے وہ مرسل ہے متصل نہیں ہے۔

میں (فخر الدین دہلوی) کہتا ہوں کہ امام حسن بصریؒ کا قتادہ کے سامنے کسی بدری صحابی سے روایت نہ کرنے سے اِس چیز کی نفی نہیں ہوسکتی بلکہ یہ سوال اس وقت لازم آتا جب قتادہ اس طرح کہتے:

قال الحسن ما حدثنا بدری او نحوه۔

حسن نے کہا کہ ہم سے کسی بدری صحابی نے کوئی روایت بیان نہین کی۔

یا وہ یوں فرماتے:

کل ما سمعه الحسن من

حضرت حسن بصری نے جو کچھ صحابہ کرام

[1] امام مسلم۔ صحیح المسلم ج ۱ ص ۱۰۵

الصحابة فحدثنی به ولیس فی شئ منه سماعه من بدری ونحو ذلك

سے سُنا وہ سب کچھ مجھ سے بیان کیا، اور اس میں کسی بدری سے کوئی انہوں نے نہیں سنی جو روایت کی ہو۔

اور قتادہ نے یہ نہیں کہا کہ حضرت حسن بصری نے کل روایت ہم سے بیان کیں بلکہ یہ کہا کہ

ما حدثنا الحسن۔

ہم سے حضرت حسن بصریؒ نے نہیں بیان کیا

اس عبارت سے یہ چیز اتنی واضح ہے کہ نظر و فکر کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یونس بن عبید کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہوچکا ان کے بارے میں امامِ معرفت ابو زرعہ نے کہا ہے کہ:

یونس بن عبید احب الیّ فی الحسن من قتادة لان یونس من اصحاب الحسن وقتادة لیس من اقران یونس۔

یونس بن عبید حضرت حسن بصری سے روایت کے سلسلہ میں میرے نزدیک قتادہ سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ کیونکہ یونس کا شمار حضرت حسن بصری کے اصحاب میں ہوتا ہے اور قتادہ تو یونس کے ساتھیوں میں بھی نہیں۔

اور یونس بن عبید امام حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

کل شئ سمعتنی اقول: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"، فھو عن علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غیر

ہر وہ چیز جو تم مجھ سے سنو کہ میں کہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ روایت حضرت علی بن ابی طالب سے سمجھنا کیونکہ میں ایسے دور میں ہوں کہ حضرت علیؓ

انّی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیاً۔

کے نام کی صراحت کی استطاعت نہیں رکھتا۔

اس روایت میں امام حسن بصری کا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سننا اور روایت کرنا ثابت ہے۔ ہم اس سلسلہ میں عقبہ باہلی سے صحیح طریقہ کے مطابق صراحۃً سننے کا بیان کرتے ہیں۔ عقبہ باہلی فرماتے ہیں:

قد روی الحسن عن الزبیر بن العوام ابن عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا خلاف انہ بدریؓ۔

حضرت حسن بصری نے حضرت زبیر بن عوام جو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد ہیں سے روایت کی ہے اور ان کے بدری ہونے میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔

حافظ جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں:

الزبیر ابن العوام (الی قولہ) شہد بدرًا والمشاہد کلہا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروی الاحنف بن قیس والحسن البصری۔

حضرت زبیر بن عوام کہ وہ بدر میں حاضر تھے اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے ان سے احنف بن قیس اور حسن بصریؒ نے روایت کی ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کی دیگر بدری صحابہ کرامؓ سے روایت

آئندہ روایات سے جو چیز قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت سعید بن مسیب کا حضرت سعد بن مالک کے ماسوا کسی بدری صحابی سے براہِ راست روایت کرنا ہے۔ چنانچہ

امام المحدثین، امام مسلمؒ کے استاذ محمد بن اسماعیل بخاری اپنی کتاب تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد عن غیلان من جریر عن ابن المسیب قال انا اصلحت بین علی وعثمان [1]

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا غیلان سے، انہوں نے جریر سے، انہوں نے ابن مسیب سے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی اور حضرت عثمان کے مابین صلح کرائی

حافظ مزی حضرت سعید بن مسیب کے حالات میں فرماتے ہیں:

قال البخاری قال لنا سلیمان بن حرب حدثنا سلام بن المسکین عن عمران بن عبد اللہ الخزاعی عن ابن المسیب قال انا اصلحت بین علی وعثمان، فقلتُ لعلی انہ امیر المؤمنین وقلتُ لعثمان انہ علی، ولو شئتَ ان اقول قولاً لفعلتُ

بخاری نے کہا ہم سے سلیمان بن حرب نے کہا، ہم سے سلام بن مسکین نے بیان کیا عمران بن عبد اللہ خزاعی سے، انہوں نے ابن مسیب سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی اور حضرت عثمانؓ کے مابین صلح کرائی، میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضرت عثمانؓ، امیر المومنین ہیں اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ علی تو علی ہیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں کچھ کہوں تو ٹھیک ہے میں کرتا ہوں

اور امام بخاریؒ اپنی صحیح میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، میں لکھتے ہیں:

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری۔ تاریخ الصغیر۔ ص ١٠٥

حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا حجاج بن محمد الاعور عن شعبة عن عمرو بن مرة عن سعید بن المسیب قال اختلف علی و عثمان بعسفان فی المتعه فقال علی ما ترید الی ان تنھی عن امر فعله رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم قال فلما رأی ذلك علی اهل بهما جمیعاً۔[1]

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ حجاج بن محمد اعور نے ہم سے بیان کیا شعبہ سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں عسفان میں حج تمتع کے بارے میں اختلاف ہوگیا حضرت علی نے کہا آپ اس کام کے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ انہوں نے کہا جب حضرت علیؓ نے یہ صورتحال دیکھی تو حضرت علی نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا

اور امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حدثنا محمد بن المثنیٰ و محمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمرو بن مره عن سعید بن المسیب قال اجتمع علیؑ و عثمان بعسفان فکان عثمان ینھیٰ عن المتعة

ہم سے محمد بن مثنیٰ اور محمد بن بشار دونوں نے بیان کیا، کہا انہوں نے کہ بیان کیا ہم سے محمد بن جعفر نے، بیان کیا ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان، عسفان میں جمع ہوئے تو حضرت عثمان حج تمتع

۱ امام محمد بن اسماعیل بخاری۔ صحیح البخاری۔ ج ۱۔ ص ۲۱۳

او العمرة فقال علیؑ ما ترید الی امر فعله رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تنھی عنه فقال عثمان دعنا عنك فقال انی لا استطیع ان ادعك فلما ان رأی علی ذلك اهل بهما جمیعاً۔[1]

یا عمرہ سے روکتے تھے، تو حضرت علیؓ نے کہا جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تم اس کے روکنے کا ارادہ رکھتے ہو تو حضرت عثمان نے کہا اپنے بارے میں ہمیں چھوڑ دیئے تو حضرت علی نے کہا ہم آپ کو چھوڑنے کی استطاعت نہیں رکھتے جب حضرت علی رضؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو دونوں کا تلبیہ کہا۔

امام حافظ ابو بکر حازمی "شروط الائمہ" میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بخاری کی شرط کہ اس روایت کا اخراج کیا جائے جس کی اسناد متصل ہو اور راوی ثقہ اور محفوظ ہوں، جن سے روایت کی گئی ہے اس کے ساتھ طویل عرصہ سفر و حضر میں رہے ہوں۔ اور محدثین کرام کبھی ایسے طبقے سے جو اتقان و ملازمت میں اس گذشتہ طبقے (جس سے روایت کی گئی ہے) سے قریب ہوتا ہے اخراج کرتے ہیں یعنی معمولی عرصہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہوں اور امام مسلم اس طبقہ ثانیہ سے روایت کرتے ہیں[2]۔ (اور اسے جائز سمجھتے ہیں)۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ ہم سے حسن بن صباح بذار نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے علی بن زید بن جدعان اور یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ان دونوں نے سعید بن مسیب سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

۱ امام مسلم قشیری۔ صحیح مسلم۔ ج ۸ ص ۲۰۲

۲ امام ابو بکر حازمی۔ شروط الائمہ۔ ص ۲

ماجمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباہ وامہ لاحد الا لسعد بن ابی وقاص

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے اپنے والد اور والدہ کو جمع نہیں فرمایا (یعنی اِرم یا سعد فداك ابی واُمّی کے کلمات)

امام ترمذی فرماتے ہیں :

ھٰذا حدیث حسن غریب[1] ۔

اور امام بخاری اپنی کتاب "تاریخ الصغیر" میں فرماتے ہیں کہ ہم سے علی وغیرہ نے ابو داؤد سے بیان کیا، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے ایاس سے، انہوں نے معاویہ سے، وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ نعمان بن مقرن[2] کی شہادت کی خبر کے آنے کے دن حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما تھے ۔

اس اثر کو ابو حاتم رازیؒ نے بھی ذکر کیا ہے[3] اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ سعید بن مسیبؒ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ چار سال بعد پیدا ہوئے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے حدیث سنی اور امیر المؤمنین حضرت عثمان رضؓ، امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو دیکھا اور ان سے حدیث سُنی ۔ امام نوویؒ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ابو طالب نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سعید بن مسیبؒ کے بارے میں سوال کیا

[1] امام محمد ترمذی ۔ جامع الترمذی ۔ ج ۲ ص ۲۱۶

[2] حضرت نعمان بن مقرن ۲۱ھ میں نہاوند میں شہید ہوئے تھے ۔

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری ۔ تاریخ الصغیر ص ۳۰

تو انہوں نے فرمایا سعید ثقہ ہیں اور اصحابِ خیر میں سے ہیں تو پھر میں نے سوال کیا کہ سعید بن مسیبؒ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں وہ حجت ہو سکتی ہے تو انہوں نے فرمایا :

عندنا حجۃ فقد رأى عمر وسمع منہ اذا لم یقبل سعید عن عمر فمن یقبل[1] ۔

ہمارے نزدیک حجت ہے، انہوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا اور ان سے حدیث سنی ۔ اگر "سعید عن عمر" کو قبول نہ کیا جائے تو پھر کون ہے جسے قبول کیا جائے ۔

اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوریؒ نے کہا ہے

ان سعیدًا ادرك عمر فمن بعدہ الی آخر العشرۃ

سعید بن مسیبؒ نے حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے آخری صحابی تک کا زمانہ پایا اور ان سے ملاقات کی ۔

امام مزیؒ نے خالد بن زیدؒ کے حالات میں کہا ہے کہ وہ بدر اور عقبہ اور تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے ان سے اسلم ابو عمران التجیبی اور سعید بن مسیبؒ نے روایت کی ۔

اگرچہ ان تمام روایات سے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سعید بن مسیبؒ کا سننا لازم نہیں آتا بلکہ دوسری کئی وجوہات سے سماع یعنی سننے کا بہت عمدہ ثبوت ملتا ہے ۔ لیکن ان روایات کی موجودگی میں ملاقات کا نہ ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے ۔

اور شیخ المحدثین والصوفیہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں ۔

[1] امام نووی ۔ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۹

لقد ادرکت سبعین بدریاً   میں نے ستر بدری صحابہ کرام سے
کان لباسھم الصوف [1]   ملاقات کی ان کا لباس اون کا تھا ۔

اور تاریخ بخاری میں آتا ہے کہ ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالصمد بن عبدالوارث سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے خالد العبد ضعیف سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے اٹھائیس بدری صحابہ کرام کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ تمام رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے ۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ سے یہ روایت کس نے بیان کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے میمون مری نے بیان کی ہے ۔ تو میں نے میمون سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ حضرت حسن بصری نے اسی طرح فرمایا ہے ۔ تو میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ سے یہ روایت کس نے بیان کی تو انہوں نے جواب میں خالد العبد کا نام لیا اور بخاری نے اس کے باوجود یہ کہا کہ خالد العبد ان لوگوں میں سے ہیں جن کی روایت رد کی جا سکتی ہے [2]

بیان کردہ روایات کا تجزیہ

حضرت قتادہ کی کلام کا حاصل دونوں روایتوں سے یہ ہے کہ ابوداؤد اعمیٰ کی بدری صحابہ کرام سے ملاقات کے بارے میں ان کے سامنے سوال کیا کہ وہ کہتے ہیں حدثنا فلان البدری، حدثنا البراء، حدثنا زید بن ارقم ۔ لیکن ابوداؤد اعمیٰ نے ان سے سنا نہیں

[1] شیخ شہاب الدین سہروردی ۔ عوارف المعارف علی حاشیہ الاحیاء ج ۱ ص ۲۳۲

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری ۔ تاریخ الصغیر ۔ ص

اور قتادہ کا قول "لا یعرض بشیء من ھذا" اسی بات پر دلالت کر رہا ہے یعنی قتادہ نے نہ تو ان روایات کی طرف توجہ کی اور نہ ہی ان میں گفتگو کی، اس لیے کہ امام حسن بصری اور حضرت سعید بن مسیب، ابوداؤد اعمیٰ سے بڑے ہیں اور حدیث کی طرف توجہ بھی زیادہ رکھتے تھے اس کے باوجود انہوں نے کسی بدری سے براہ راست کوئی روایت ہمیں نہیں سنائی سوائے حضرت سعید بن مسیب کے انہوں نے حضرت سعد بن مالک سے روایت کی ۔ تو ابوداؤد اعمیٰ کس طرح کہہ سکتے ہیں :

حدثنا فلان البدری وحدثنا فلان البدری

اگرچہ اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں ۔ تاہم امام نووی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قتادہ کے اس قول کا مقصود ابوداؤد اعمیٰ کے قول اور گمان کو باطل کرنا کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ امام حسن بصری اور حضرت سعید بن مسیب دونوں ابوداؤد اعمیٰ سے عمر اور مرتبہ میں بڑے ہیں اور توجہ بالحدیث بھی زیادہ رکھتے ہیں، اہل علم سے نشست و برخاست رکھنے والے ہیں، اور صحابہ کرامؓ سے روایت لینے میں اجتہاد کے درجے پر فائز ہیں ۔ ان سب چیزوں کے باوجود انہوں نے ہم سے کسی بدری صحابی کی کوئی روایت بیان نہیں کی تو ابوداؤد اعمیٰ کس طرح یہ گمان وخیال کرتے ہیں کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہ کرامؓ سے ملاقات کر چکے ہیں ۔ یہ تو بڑا بہتان ہے [1] ۔ چنانچہ وہ قتادہ کے قول کو نہ سمجھ سکے اور اس کے قول "ھذا قبل الجارف ولا

[1] امام نووی ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۰۷

لشئ من هذا ولا يتكلم فيه کا ابطال ہے۔ کہ ابوداؤد نے اٹھارہ بدری صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ اس لئے کہ ان کی علم حدیث سے عدم توجہ اور اس میں باقاعدہ گفت گو نہ کرنا اور سائل کا جارف سے پہلے ہونا ان کی بدری صحابہ کرام سے عدم ملاقات کو مستلزم نہیں۔ بلکہ عادتِ معروفہ اس طرح ہے کہ فقراء سائلین تمام عوام وخواص سے سوال کرتے ہیں اور خاص لوگ یعنی بدری اور ان جیسے بڑے صحابہ کرامؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد لا تردوا السائل کے پیش نظر کثرت سے سوال کرتے تھے اور یہ حضرات کرام دوسرے لوگوں کی نسبت سوال پوچھنے کے زیادہ لائق تھے اور یہ حضرات گرامی اپنے اور لوگوں کے مابین حجاب نہیں کھڑا کرتے۔ نہ اپنے دروازے بند کرتے اور نہ ہی فقراء کی ملاقات سے گریز کرتے تو اس صورت میں ان حضرات گرامی کی ملاقات سے کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں اس قول کہ افطر الحاجم والمحجوم کو حضرت حسن بصری نے کئی طریقوں سے مرفوعاً روایت کی ہے کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال علی بن المدینی رواہ مطر عن الحسن عن علیؓ

علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ اس قول کو مطر نے حضرت حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے

[1] امام ابن حجر۔ فتح الباری۔ ج ۴۔ ص ۱۴۲

امام حسن بصری کی امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہما سے چند متصل روایات

حضرت جعفر بن محمد بن جعفر بن محمد نے کتاب العروس میں لکھا ہے کہ

حدثنا وكيع عن ربيع عن الحسن عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ من قال کل یوم ثلاث مرات صلوٰۃ اللہ علی آدم غفر اللہ لہ الذنوب وان کانت مثل زبد البحر۔ اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس من طریقہ۔

بیان کیا ہم سے وکیع نے، انہوں نے ربیع سے، انہوں نے حسن سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کہ جس نے ہر روز تین دفعہ صلوٰۃ اللہ علی آدم کہا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اگرچہ وہ سمندر کی جاگ جتنے ہوں۔ دیلمی نے اس قول کو مسند الفردوس میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

حدثنا الحسن بن احمد بن حبیب حدثنا شاذ بن قیامن عن عمر بن ابراھیم عن قتادۃ عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم سے حسن بن احمد بن حبیب نے حدیث بیان کی، حدیث بیان کی ہم سے شاذ بن قیامن نے عمر بن ابراہیم سے انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال افطر الحاجم والمحجوم

نے فرمایا پچھنے لگانے اور پچھنے لگوانے والا دونوں افطار کریں۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

حدثنا نصر بن مرزوق حدثنا الخصیب حدثنا حماد بن سلمہ عن قتادة عن الحسن عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان فی الرهن فضل فاصابتہ جائحۃ فهو بما فیہ۔

ہم سے نصر بن مرزوق نے بیان کیا ہم سے خصیب نے بیان کیا، ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر رہن میں زیادتی کی جائے پھر وہ ہلاک ہو جائے پس وہ اسی کے حکم میں ہے۔

امام طحاوی مزید فرماتے ہیں:

حدثنا مرزوق حدثنا عمرو بن الجارزین حدثنا هشام بن حسان عن الحسن عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مس الذکر وضوء[1]۔

بیان کیا ہم سے مرزوق نے، بیان کیا ہم سے عمرو بن الجارزین نے، بیان کیا ہم سے ھشام بن حسان نے، انہوں نے حسن بصری سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ آپ نے فرمایا آلہ تناسل کے چھونے سے وضوء لازم نہیں آتا۔

---

[1] مولانا احسن الزمان - القول المستحسن ج ۱، ص ۱۹۳

امام دارقطنی، کتاب العلل میں مسند حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب ان سے سوال کیا گیا کہ

عن حدیث الحسن عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطر الحاجم والمحجوم

امام حسن بصری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ حجامت کرنے اور کرانے والے دونوں افطار کریں

تو آپ نے فرمایا کہ امام حسن بصری کے سلسلہ میں اس روایت میں اختلاف کیا گیا ہے۔ چنانچہ روایت کیا اس کو قتادہ نے سلام بن ابی جبیر سے انہوں نے ابی عرویہ سے، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے امام حسن بصری سے اور ابو قزعہ نے ابن جریج کی روایت سے، یونس بن عبید نے عبدالوہاب ثقفی کی روایت سے اور محمد بن راشد نے یونس سے انہوں نے امام حسن بصری سے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے۔ اسی روایت کو ابن القوہی اپنے والد سے، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے یونس سے اور مطر ابوراق نے اس روایت کو امام حسن بصری سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے۔

امام دارقطنی اپنی سنن میں لکھتے ہیں

حدثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز حدثنا داؤد بن رشید حدثنا ابو حفص الابار عن عطاء بن السائب عن الحسن عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ

بیان کیا ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے۔ بیان کیا ہم سے داؤد بن رشید نے، بیان کیا ہم سے ابوحفص آبار نے عطاء بن سائب سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے حضرت علیؓ

قال فی الخلیة والبریة والبتة والبائن والحرام ثلاث لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ[1]

سے کہ آپ نے فرمایا خلیہ، بریہ، بتہ، بائن اور حرام تین طلاقیں ہیں[2] چنانچہ وہ عورت طلاق دینے والے کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ زوج غیر سے نکاح نہ کرے

امام دارقطنی مزید لکھتے ہیں:

حدثنا احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد القطان حدثنا الحسن بن علی بن شبیب المعمری قال سمعت محمد بن ابراهیم بن صدران السلمی یقول حدثنا عبد الله بن میمون المری حدثنا عوف عن الحسن عن علی رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی یا علی قد جعلنا الیك هذه السبقة بین الناس[3].

بیان کیا ہم سے احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد القطان نے، بیان کیا ہم سے حسن بن علی بن شبیب معمری نے کہ میں نے محمد بن ابراہیم بن صدران سلمی کو کہتے سنا کہ بیان کیا ہم سے عبداللہ بن میمون المری نے، بیان کیا ہم سے عوف نے حسن بصری سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی! ہم نے لوگوں میں آپ کو یہ سبقت دی ہے۔

---

[1] امام علی دارقطنی ۔ سنن دارقطنی ص ۴۳۸

[2] خلیہ، بریہ، بتہ، بائن اور حرام وہ الفاظ ہیں جن کے استعمال سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، ھکذا فی شرح الوقایہ

[3] امام علی دارقطنی ۔ سنن دارقطنی ص ۵۵۳

امام دارقطنی مزید فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن عبداللہ بشر، ثنا احمد بن سنان ثنا یزید بن هارون نا حمید الطویل عن الحسن قال قال علی: ان وسع اللہ علیکم فاجعلوا صاعاً من بر وغیرہ یعنی زکوٰۃ الفطر[1]

ہم سے علی بن عبداللہ بشر نے بیان کیا، ہم سے احمد بن سنان نے بیان کیا، ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، حمید الطویل نے ہم سے بیان کیا حسن بصری سے انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت دی ہے تو ایک صاع گندم وغیرہ کا صدقہ فطر ادا کریں۔

امام ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا ابو یحیی رازی حدثنا هناد ثنا محمد فضیل عن اللیث عن الحسن عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: طوبیٰ لکل نومه عرف الناس ولم یعرفه الناس، عرفه اللہ تعالیٰ برضوانه اولئك مصابیح الدجی یکشف اللہ تعالیٰ عنهم کل فتنة مظلمة و یدخلهم اللہ تعالیٰ فی

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، بیان کیا ہم سے ابو یحییٰ رازی نے، بیان کیا ہم سے ھناد نے، بیان کیا ہم سے محمد فضیل نے لیث سے، انہوں نے حسن بصری سے انہوں نے حضرت علیؓ سے کہ آپ نے فرمایا خوشخبری ہے عاجزی کرنے والے کیلئے کہ وہ لوگوں کو جانتا ہے اور لوگ اسے نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ نے اسے فرشتوں میں متعارف کرا رکھا ہے۔ یہ چراغ شب تاریک ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ذریعہ ہر تاریک فتنہ کو دور کرتا ہے اور انہیں اپنی رحمت کے سائے تلے

---

[1] امام علی دارقطنی ۔ سنن دارقطنی ۔ ص ۲۲۵

رحمة منه، ليس اولئك بالمذابيع البذر ولا الجفاة المرائين۔[1]

رکھتا ہے یہ لوگ اصل کو ضائع کرنے والے اور خس و خاشاک نہیں ہیں۔

شیخ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

اخبرنا الحسن بن ابی بکر اخبرنا ابوسہل احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زیاد القطان حدثنا محمد غالب حدثنا یحییٰ بن عمران، حدثنا سلیمان بن ارقم عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کفنت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی قمیص ابیض وثوبی حبرة۔

ہمیں حسن بن ابی بکر نے خبر دی، خبر دی ہمیں ابوسہل احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زیاد القطان نے، بیان کیا ہم سے محمد غالب نے، بیان کیا ہم سے یحیی بن عمران نے، بیان کیا ہم سے سلیمان بن ارقم نے حسن بصری سے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے کہ آپ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قمیص اور دو یمنی چادروں میں کفن دیا۔

اگر تدلیس کا شبہ نہ ہو تو ان جلیل القدر ائمہ کرام کے مذہب کے مطابق یہ تمام احادیث متصل ہیں۔

"سمعت" سے شبہ تدلیس کا ارتفاع

تدلیس کا شبہ دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ شیخ، امام، علامہ، حجۃ، جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی قدس اللہ تعالیٰ روحہ و فتح لنا فتوحہ، "اتحاف الفرقہ" میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسند ابی یعلی

[1] امام ابونعیم اصفہانی۔ حلیۃ الاولیاء۔ ج ۱۔ ص ۸۶، ۷۷

میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ

حدثنا حوثرة بن اشرس قال انا عقبہ بن ابی الصہباء الباہلی قال سمعتُ الحسن یقول سمعتُ علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مثل امتی مثل المطر۔ قال محمد بن الحسن الصیرفی شیخ شیوخنا ھذا نص صریح فی سماع الحسن من علی کرم اللہ وجہہ ورجالہ ثقات حوثرہ وثقہ ابن حبان و عقبۃ وثقہ احمد بن حنبل و ابن معین۔[1]

بیان کیا ہم سے حوثرہ بن اشرس نے انہوں نے کہا کہ ہم سے عقبہ باہلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ ہمارے شیخ کے شیخ محمد بن حسن صیرفی نے کہا یہ روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت حسن بصری کی سماعت پر نصِ صریح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حوثرہ کی توثیق ابن حبان نے کی ہے، اور عقبہ کی توثیق امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے کی ہے۔

شیخ قناشی سمط المجید میں لکھتے ہیں کہ امام حسن بصری کے بارے میں اگرچہ محدثین نے کہا ہے کہ وہ تدلیس کرتے ہیں لیکن ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ حسن بن ابی الحسن انصاری ان کے مولیٰ ہیں۔ ثقہ، فقیہ، فاضل اور مشہور ہیں وہ اکثر ارسال کرتے ہیں اور تدلیس بھی کرتے ہیں۔ وہ علماء محدثین کے طبقہ ثالثہ کے سردار ہیں۔ یہ چیز طے

[1] امام جلال الدین سیوطی۔ اتحاف الفرقہ۔ ص ۷۹

ہے کہ اگر "ثقہ مدلس" سماع میں واضح صراحت کے بعد روایت میں اپنے شیخ سے تجاوز کرے اور کہے سَمِعتُ یا حدثنی تو اس کی روایت مقبول ہوگی اور اس کی سند کو متصل تصور کیا جائے گا کیونکہ وہ "سَمِعتُ" کے لفظ سے صراحتاً ثابت ہو رہی ہے۔ اب جب امام حسن بصری کا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سماع کا ثبوت ہو گیا تو "وصل خرقہ" میں خدشہ ظاہر کرنے والوں کا خدشہ دور ہو گیا اور نقد کے سبب کی نفی ہو گئی اور ان اہل علم نے "اتصال" کو ثابت کیا جو ثقہ اور مقبول ہیں[1] (تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جس چیز کو بعض لوگوں نے "انقطاع" کہا تھا وہ مرفوع اور متصل ثابت ہو گئی) امام نووی رحؒ نے تقریب میں مُدَلِّس اور صحیح کی تفصیل میں لکھا ہے تو جس راوی نے ایسے لفظ کے ساتھ روایت کی جس میں سَمِعتُ، حَدَّثَنا، اَخبَرَنا یا ان کے مشابہ الفاظ کا استعمال ہوا ہو تو وہ مقبول اور قابلِ حجت ہو گی۔ صحیحین میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ مثلاً قتادہ اور حضرات سفیانین وغیرہم۔ اور یہ حکم اسے بھی شامل ہو گا جس نے ایک دفعہ بھی تدلیس کی ہو، اور صحیحین میں مدلسین اور اس کے مشابہ جو روایات "عن" کے ساتھ موجود ہیں وہ دوسرے طریقوں کے مطابق ثبوتِ سماع پر محمول ہیں۔

اہل طریقت کا اتصال پر اتفاق ہے

"جو کچھ امیر المؤمنین حضرت علی سے امام حسن بصری کے اتصال اور خرقہ پہننے کے اتصال کے بارے میں کہا گیا ہے باطل چیز ہے، شیعہ اور اہل سنت دونوں نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کے خلاف ثابت کرنا خرط القتاد ہے۔ یہ عجیب نقطۂ نظر ہے۔ اور جو کچھ مسند ابی یعلی کی روایت کے مطابق کہا جاتا ہے،

[1] شیخ صفی الدین احمد القشاشی ۔ سمط المجید ص ۱۱۰

تو اگر سمعتُ سے ملاقات کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے تو اس مقدار سے صحبتِ معتادہ[1] کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور ہماری گفتگو صحبت معتادہ[2] میں ہے"۔ یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ صحبت کے ساتھ معتادہ کی تعلیق خلافِ تحقیق ہے (تاہم) صحبتِ معتادہ (بھی گذشتہ صفحات میں) ایسے دلائل سے ثابت ہو چکی ہے جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا اور ان (حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) کا یہ کہنا کہ اگر حضرت حسن بصری کا امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے اتصال ثابت و متحقق ہو جائے تو ان کے لیے صحبتِ معتادہ کا تحقق و ثبوت بھی ہو جائے گا۔ اور صحبتِ معتادہ کی نفی سے اتصال کی بھی نفی ہو جائے گی"، گذشتہ اوراق میں یہ گذر چکا ہے کہ یہ شرط درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اتصال کا تحقق و ثبوت ہو جائے اگرچہ راستے میں ہی کیوں نہ ہو تو وہ صرف اتصال ہو گا صحبتِ معتادہ نہ ہو گی۔ کہ اس کی نفی سے اتصال کی نفی لازم آئے۔ اصحابِ سلسلہ جو کہ اہل معرفت اور اہلِ معاملہ ہیں ایک دوسرے سے مختلف طریقے رکھنے کے باوجود اس بات پر متفق ہیں کہ امام حسن بصری نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلا واسطہ اخذِ فیض کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہے اور فیضِ باطن حاصل کیا ہے۔ اسی طرح یہ سلسلہ امام حسن بصری سے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جاتا ہے۔ اس اجماع کو کیا سمجھا جائے گا غور و فکر کا مقام ہے۔ اور آثار میں بے شمار روایات ہیں جو امام حسن بصری کے ذریعے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، جو ان کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کی طرف رجوع کرے۔

[1] معتادہ کا مطلب ہے کہ باقاعدہ استفادہ کیا ہو۔

[2] مصنف نے یہ قول حضرت شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور استفادہ سے انکار کرنے والے گروہ

جب مقصود اصلی میں کلام اور گفت گو مکمل ہوگئی، اتصال، ملاقات اور سماع کے ممکن ہونے کی تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور ان ائمہ، حفاظ اور ہوش مند محدثین کا ذکر ہو چکا جنہوں نے ان چیزوں کو ثابت کیا ہے تو (راقم) محمد نے جو فخر الدین کے نام سے مشہور ہے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ ان لوگوں کا بھی ذکر کیا جائے جنہوں نے ان چیزوں کا انکار کیا ہے۔ تو میں نے تلاش وتفتیش کے بعد متقدمین میں سے ایک گروہ کو اور متاخرین میں سے بھی ایک گروہ کو پایا (جو ان چیزوں کا انکار کرتا ہے) ان میں سے پہلا گروہ کا کہنا ہے کہ لم یثبت سماعہ منہ ای عندہ یعنی ان کے نزدیک امام حسن بصری کا سماع امیر المومنین حضرت علی رضؓ سے ثابت نہیں ہے۔ اور بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ لا نعرف ولا نعلم سماع الحسن من علی یعنی ہمیں امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علی سے سماعت کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔ تو ان کے نزدیک عدم معرفت، عدم علم اور عدم ثبوت سے حقیقت میں اس کا عدم ثبوت لازم نہیں آتا۔ چنانچہ وہ حضرات اس میں معذور ہیں۔ ایک دوسرا گروہ جس نے تعصب (وعداوت) کا طریقہ اختیار کیا اور افاضل علماء کرام کے اقوال میں تتبع وتلاش کے بغیر اندازہ واٹکل سے یہ کہہ دیا کہ:

"امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علی سے ملاقات اور سماع جلیل القدر علماء کرام کے نزدیک دونوں باطل ہیں۔"

ان ہی میں سے ایک عجوبۂ وقت ابن تیمیہ حنبلی غفر اللہ کی شخصیت ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے الدرر الکامنہ میں ابن تیمیہ کے ترجمے میں اس کے مناقب ومثالب کے بعد لکھا ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کی زیارت کا حرام ہونا۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ کا نابالغ ہونے کی وجہ سے قبول اسلام کا صحیح نہ ہونا، امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان پر حبِ مال کا اتہام لگانا۔ اور سنن میں موجود ضعیف احادیث کو رد کرنا اور پھر ان کے بارے میں علماء کرام کے اختلاف کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم ابن تیمیہ کی عصمت کے قائل نہیں ہیں بلکہ مسائلِ اصلیہ اور فرعیہ میں اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور امام حافظ ابو عبد اللہ ذھبی نے اپنی تاریخ میں اس طرح کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ یہ تمام چیزیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کے گناہ بھی تھے اور خطائیں بھی۔ اور اسی طرح امام یافعی اور دوسرے کئی ائمہ کرام نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات

شیخ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ رافضی یہ کہتا ہے کہ علم طریقت تو حضرت علی ہی کی طرف منسوب ہے اور تمام صوفیہ خرقہ کی نسبت ان ہی کی طرف کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اہل معرفت اور حقائقِ ایمانیہ کے عالم جو اس امت میں صادق القول مشہور ہیں سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ حقائقِ ایمانیہ اور احوالِ عرفانیہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مقدم اور اعظم الامت ہیں۔ اور جو لوگ عرفان حقائق میں امت میں صاحبِ فضیلت ہیں ان کے نزدیک خرقہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور

صحیحین میں حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَایَنظر الی صُوَرِکُم
وامو الکم انما ینظر
الی قلوبکم و اعمالکم

بیشک اللہ تعالیٰ ان کی صورتوں اور اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ ان کے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

حقائقِ قلبیہ لباس بدن میں ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ خرقے متعدد ہیں ان میں سے دو خرقے مشہور ہیں۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خرقہ اور دوسرا خرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خرقہ کی دو سندیں ہیں۔ ایک سند ابو مسلم خولانی کے حوالہ سے ہے۔ اور دوسرا خرقہ جو حضرت علی رضؓ کی طرف منسوب ہے تو اس کی سند حضرت حسن بصری سے ہے اور متاخرین اسے معروف کرخی سے ملاتے ہیں۔ حضرت جنید حضرت سری سقطی کے صاحب تھے۔ اور وہ حضرت معروف کرخی کے صاحب تھے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت معروف کرخی سے جو سند ہے وہ منقطع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت معروف کرخی حضرت علی بن موسٰی کے صاحب تھے اور یہ بالکل باطل ہے۔ مصنفین نے معروف حوالوں سے اسنادِ متصل کے ساتھ اسے ثابت نہیں کیا ہے۔ یعنی ابو نعیم نے اور ابو الفرج ابن جوزی نے اپنی کتاب میں جو انہوں نے حضرت معروف کرخی کے فضائل میں لکھی ہے (اس چیز کو ثابت نہیں کیا ہے) حضرت معروف کرخ میں رہتے تھے اور حضرت علی بن موسٰی کو مامون الرشید نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ سبز لباس ان کی نشانی تھی۔ پھر انہوں نے اسے ترک کر کے سیاہ لباس اختیار کر لیا تھا۔ حضرت معروف کرخی کا حضرت علی بن موسٰی کے ساتھ ایک جگہ جمع ہونا ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ثقہ لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے کہ دونوں ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت معروف نے ان سے استفاضہ

کیا ہے۔ بلکہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ معروف نے ان کو دیکھا ہے اور نہ ہی حضرت معروف ان کے ہاں آنے جانے والے تھے۔ اور نہ حضرت معروف کرخی نے ان کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خرقہ کی دوسری سند یہ ہے کہ حضرت معروف کرخی نے حضرت داوٗد طائی سے اخذِ فیض کیا ہے۔ اس کی بھی کوئی سند نہیں۔ اور اخبارِ معروفہ میں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضرت معروف کرخی نے حضرت داوٗد طائی سے اخذِ فیض کیا ہے بلکہ منقول یہ ہے کہ انہوں نے کوفہ کے عبادت گذار بکر بن خنیس سے اخذِ فیض کیا ہے۔ خرقہ کی سند میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت داوٗد طائی نے حضرت حبیب عجمی سے اخذِ فیض کیا ہے اور اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ اور سند میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت حبیب عجمی نے حضرت حسن بصری سے اخذِ فیض کیا ہے۔ یہ بات صحیح ہے۔ حضرت حسن بصری سے اخذِ فیض کرنے والے بے شمار لوگ ہیں۔ ان میں ایوب سختیانی، یونس بن عبید اللہ، عبد اللہ بن عون، محمد بن واسع، مالک بن دینار، حبیب عجمی اور فرقد سنجی وغیرھم اہل بصرہ کے عبادت گذار ہیں۔ اور خرقہ کی سند میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ اور اس کے باطل ہونے پر اہل معرفت کا اتفاق ہے۔ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حسن بصری کی حضرت علی رضؓ سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے فیض حاصل کیا۔ یعنی احنف بن قیس اور قیس بن عباد وغیرھم سے استفاضہ کیا ہے۔ اہل صحیح نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حضرت حسن بصری، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے کہ پیدا ہوئے۔ اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ مدینہ میں تھے۔ ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ بصرہ

چلے گئے اور حضرت علی کوفہ میں تھے۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ان کے زمانہ میں بچوں میں شمار ہوتے تھے۔ نہ ان کی کوئی شناخت تھی اور نہ ہی وہ کوئی قابلِ ذکر آدمی تھے[1]۔

جوابات

① ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ "یہ سب جھوٹ ہے" (یہ حقیقت کے خلاف ہے، اس لیے کہ) امام یافعی، "مرآۃ الجنان" میں حضرت معروف کرخی کے حالات میں لکھتے ہیں امام معروف کرخی، حضرت علی بن موسیٰ رضا سے فیض حاصل کرنے والوں میں سے تھے۔ ان کے والدین نصرانی تھے۔ بچپن ہی میں استاد کے سپرد کر دیے گئے۔ استاذ نے ان سے کہا "قل ثالث ثلاثہ" کہہ تین میں سے تیسرا۔ حضرت معروف کرخی نے کہا "بل اللہ الواحد القہار" بلکہ وہ خدائے واحد قہار ہے۔ اس پر استاذ نے آپ کے خوب مار لگائی تو آپ استاد کے ہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد ان کے والدین جدائی کے صدمے سے رنجیدہ رہتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش وہ واپس آجائیں اور کوئی بھی دین اختیار کریں ہم ان کی موافقت کریں گے۔ پھر انہوں نے حضرت علی بن موسیٰ رضا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور پھر والدین کے پاس گئے اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی کون ہے جواب دیا کہ میں معروف ہوں تو سوال ہوا کہ کس دین کے ساتھ وابستہ ہو، جواب دیا کہ اسلام کے ساتھ وابستہ ہوں تو ان کے والدین نے بھی اسلام قبول کر لیا[2]۔ اور علامہ ابن حجر مکی محدث نے الصواعق المحرقہ میں امام علی رضا کے حالات میں

---

[1] ابن تیمیہ - منہاج السنہ - ج ۴ - ص ۱۵۵

[2] امام عبداللہ یافعی - مرآۃ الجنان ج ۱ - ص ۴۶۰

لکھا ہے کہ ان کے فیض یافتہ لوگوں میں سے حضرت معروف کرخی ہیں جو سری سقطی کے استاد ہیں، انہوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا[1]۔

② ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ "یہ باتفاق اہل معرفت باطل ہے کہ وہ حضرت حسن بصری کی حضرت علی سے عدم ملاقات پر متفق ہیں" سبحانَ اللہ ھٰذا بُھتانٌ عظیم۔ گذشتہ اوراق میں علی بن مدینیؒ کا تعارف گذر چکا ہے۔ وہ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں اور امام ابوزرعہ رازیؒ جو امام مسلمؒ کے شیخ ہیں دونوں نے کہا ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں دیکھا ہے اور یہ بات امام بخاری کی قوی روایت کے ساتھ اور امام ابویعلی موصلی کی روایت صحیحہ اور سماع پر روایتِ صریحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور حافظ ابونعیم جو ابن تیمیہ کے نزدیک بھی مستند ہیں اور امام حسن بصری کے سلسلۂ روایت میں معتمد ہیں، سے تمام روایات نقل ہو چکی ہیں جو امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے کثرتِ سماع پر تصریح ہیں۔ اگر ابن تیمیہ انصاف سے کام لیتے اور تعصّب و اعتساف سے خالی ہوتے تو اس پر ائمہ حفّاظ آفاق کا اتفاق نقل کرتے۔

③ ابن تیمیہ کا یہ کہنا (یہ اتصال کی بحث بھی اسی طرح ہے) جیسا کہ احادیثِ مستندہ جو کتب مشہورہ معتمدہ میں موجود ہیں اور وضع و کذب کی نسبت ان کی طرف ہے جیسا کہ اس کتاب (منہاج) میں بھی ہے، حدیث موالات کو ترمذی نے اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔

---

[1] امام ابن حجر۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۲۲

اور رہ گیا مسئلہ اس پر اس کلمہ کی زیادتی کا کہ "اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" لاریب یہ سب جھوٹ ہے اور شیخ اثرم نے اپنی سنن میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عباس نے حسین الاشقر سے سوال کیا تو انہوں نے دو حدیثیں سنائیں تو انہوں نے ایک کو ذکر کیا اور کہا دوسری یہ ہے "اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" تو ابو عبداللہ یعنی امام احمدؒ نے شدید انکار کیا اور کہا کہ یہ دونوں حدیثیں جھوٹی ہیں[1]۔ اور اس روایت کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اپنی شرط کے مطابق اور ان کے بیٹے عبداللہ وغیرہما نے دوسرے بے شمار صحیح طریقوں سے روایت کیا ہے جس میں حسین اشقر نہیں ہیں۔

شیخ محقق ابن حجر مکی "الصواعق المحرقہ" میں رافضیوں کی طرف سے گیارہوں شبہہ کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس شبہ کے جواب کے لیے جو مخالفین کا قوی ترین شبہ ہے ایک مقدمہ کی ضرورت ہے اور اس میں حدیث کا بیان اور اس کا ماخذ اور اس چیز کا بیان کہ بیشک وہ صحیح حدیث ہے اس میں کوئی شبہ نہیں اور ایک جماعت نے اس کا اخراج کیا یعنی اس کو روایت کیا ہے۔ مثلاً ترمذی، نسائی، احمد اور اس حدیث کی روایت کے بے شمار طریقے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو سولہ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی روایت میں یہ ہے کہ تیس[۳۰] صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اس کی شہادت بھی دی اور اس کی اسناد میں کثیر تعداد میں صحاح اور حسان بھی ہیں۔ جو اس روایت پر تنقید کرے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دینی چاہیے اور نہ اس شخص کی بات سننی چاہیے جو رد کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

---

[1] شیخ ابن تیمیہ ۔ منہاج السنہ ج ۴ ص ۸۵

اس زمانہ میں یمن میں تھے اور ان کے وہاں سے آنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کے حج کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور بعض لوگوں کا یہ قول کہ اس میں

اللّٰھم وال من والاہ وعادِ من عاداہ	اے اللہ! اس شخص سے محبت کر جو علی سے محبت کرتا ہے اور اس سے دشمنی جو اس سے دشمنی کرتا ہے

موضوع اور مردود ہے۔ یہ روایت کئی طریقوں سے مروی ہے جن میں سے زیادہ کی امام ذہبی نے تصحیح کی ہے یعنی انہیں صحیح قرار دیا ہے[1]۔

⑦ ابن تیمیہ کا یہ کہنا وھکذا رواہ اھل الصحیح یعنی محدثین نے حضرت امام حسن بصری کے ذریعے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بلا واسطہ روایت نقل نہیں کی ہے۔ اگر صحیح سے مراد محض وہ صحیح ہے جس کا التزام اہل صحیح نے کیا ہے جیسے صحیح بخاری، مسلم، ابو عوانہ، ابن خزیمہ، عقیلی، اسماعیلی، ابن جارود، دارقطنی، ابو نعیم، ابن السکین، ابوذر ہروی، حاکم، ضیا مقدسی وغیرہم مستخرجات اور مستدرکات میں ہے، تو یہ حصر علی الاطلاق درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ امام حسن بصری کی روایت حدیث جو براہِ راست امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے آخری دونوں کتابوں میں پائی جاتی ہے اور ابن تیمیہ حدیثِ صحیح کا حصر پہلی دو کتابوں یعنی بخاری و مسلم میں نہیں کر سکتے۔ اور اگر ان کی مراد "غالب صحیح" ہے تو وہ بھی درست نہیں اسلیے کہ امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے براہِ راست روایت ترمذی اور نسائی میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور اگر ایسی روایت یا اسی روایت کو اہل صحیح نے

---

[1] امام ابن حجر ۔ الصواعق المحرقہ ۔ ص ۲۴

روایت نہیں کیا تو اس سے بھی ہرگز اس روایت کی عدمِ صحت لازم نہیں آتی
اس لیے کہ ان کے جامعین نے احادیثِ صحاح کے استیعاب کا التزام نہیں کیا
اس لیے کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

۵ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ (حضرت حسن بصری، حضرت علیؓ کے زمانے میں بچوں میں
شامل تھے یعنی ان کی عمر اتنی نہیں تھی کہ وہ حضرت علیؓ سے استفادہ کر سکتے) یہ بات
پہلی بات سے بھی عجیب ہے، اس لئے کہ امام حسن بصری کی عمر ابن تیمیہ کی اپنی صراحت
کے مطابق پندرہ برس تھی یعنی اس دور میں جب حضرت علی مدینہ منورہ میں قیام
پذیر تھے۔ اور امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور جمہور ائمہ حدیث کے
مطابق صحتِ سماع کی عمر پانچ برس ہے۔ اے افسوس! کیا وجہ ہے کہ وہ
حدیث جس کو امام حسن بصری نے امیر المومنین حضرت علی کے زمانۂ خلافت
سے پہلے اپنے بچپن میں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے وہ تو صحیح، معتمد علیہ اتفاقاً ہو مگر وہ حدیث جو انہوں نے امیر المومنین
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے
اجماعاً درست نہ ہو۔

۶ اور ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ "لایعرف له ولا له ذکر" یعنی اس زمانے
میں ان کی شناخت تھی اور نہ ہی وہ قابلِ ذکر شخصیت تھے۔ سبحان اللہ!
وہ کیسے معروف نہ تھے اور کیسے قابلِ ذکر نہ تھے جب کہ انہوں نے ام المؤمنین
ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پرورش پائی، ان کا دودھ پیا، ان کے گھر میں رہے
امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گھٹی دی اور ام المؤمنین حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں صحابہ کرام کی خدمت میں بھیجتیں، وہ ان کے لیے
دعائیں کرتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ان کے لیے

یوں دعا کی:

اللّٰھم فقھہ فی الدین وحببہ الی الناس — اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر

اور امام حسن بصری امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں
پانچ نمازوں اور جمعہ و عیدین میں شریک ہوتے، ان کی باتیں سنی اور ان کا خطبہ
حفظ کیا۔ ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد تیمی، بستی غفر اللہ لہ جو ثقات میں شمار ہوتے
ہیں حضرت حسن بصری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے کسی بدری صحابی
سے بلا واسطہ کوئی روایت نہیں کی مگر حضرت عثمان بن عفان سے اور حضرت
عثمانؓ بدر میں حاضر نہ ہو سکے۔

امام حسن بصری کی امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے ملاقات و استفادہ پر دوسری روایات سے تائید

اب ہم بعض ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو لوگوں نے دوسروں کے
بارے میں کہی ہیں مگر ان سے امام حسن بصری کے سلسلہ روایت میں قیاس
کیا جا سکتا ہے۔ ابوحاتم غفر اللہ تعالیٰ لہ یونس بن عبید بصری کے حالات میں
لکھتے ہیں کہ یونس بن عبید نے حضرت حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت
کی ہے لیکن حضرت حسن بصری سے انہوں نے سماع نہیں کیا

اور اہل صحیح وغیرہم نے ایسی کثیر روایات ذکر کی ہیں جو حضرت حسن بصری سے
یونس کی سماعتِ صریحہ پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ حافظ جمال الدین مزی لکھتے
ہیں عثمان بن دارمی نے کہا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ کے نزدیک

حسن بصری کے سلسلہ میں یونس بن عبید زیادہ بہتر ہیں یا حمید الطویل۔ انہوں نے جواب دیا دونوں بہتر ہیں۔ اور علی بن مدینی نے کہا کہ حضرت حسن بصری کے سلسلہ میں یونس بن عبید، قتادہ سے زیادہ مضبوط ہیں۔ کیونکہ یونس حضرت حسن بصری کے شاگردوں میں سے ہیں اور قتادہ یونس کے اقران میں سے نہیں ہے۔ اور خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں ہمارے بعض اصحاب دنیا میں ان کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! ان لوگوں پر تعجب ہے جن سے علم اٹھا لیا گیا ہے۔ کیا انہوں نے امام مسلم نیشاپوری کی صحیح نہیں دیکھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اس کا نام "اویس" ہوگا یمن میں صرف اس کی ماں ہوگی، اس میں سفیدی ہوگی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا تو وہ سفیدی ختم ہو جائے گی مگر دینار یا درہم کی مقدار جتنی رہ جائے گی تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو وہ تم سب لوگوں کے لئے استغفار کرائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا یا خیر التابعین ایک شخص ہوگا جس کا نام اویس ہوگا اس کی والدہ بھی (اس وقت حیات) ہوگی، اس میں سفیدی ہوگی پس اس کے پاس جاؤ اور اپنے لیے استغفار کراؤ۔[1]

[1] امام مسلم قشیری۔ صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۴-۱۵

خاتمۃ الکتاب

ہم اس عنوان کے تحت تبرک اور نصیحت کی احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔ حافظ ذکی الدین عبد العظیم مصری کی جامع الترغیب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

العلم علمان، علم فی القلب فذلك العلم النافع وعلم علی اللسان فذلك حجۃ اللہ علی ابن آدم

علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم قلبی یہ علم نافع ہے اور دوسرا علم لسانی تو یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابوبکر خطیب نے اپنی تاریخ میں اسنادِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابن عبد البر نمری نے اسے کتاب العلم میں حضرت حسن بصری سے مرسلاً اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

العلم علمان فعلم ثابت فی القلب فذلك العلم النافع وعلم فی اللسان فذلك حجۃ اللہ علی عبادہ

علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ علم ہے جو دل میں ثابت و موجود ہوتا ہے تو یہ علم نافع ہے اور دوسرا علم زبان میں ہوتا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر حجت ہے۔

ابو منصور دیلمی نے اس روایت کو مسند فردوس اور اصفہانی نے

[1] شیخ عبد العظیم منذری۔ الترغیب والترہیب۔ ج ۱ ص ۶۷

اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے فضیل بن عیاض سے قول غیر مرفوع کے ساتھ روایت کیا ہے[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان من العلم كهيئة المكنون لايعلمه الا العلماء بالله عزوجل فاذا انطقوا به لاينكره الا اهل الغرة بالله عزوجل

بے شک بعض علم موتیوں کی طرح ہوتے ہیں انہیں عالم باللہ لوگ ہی جانیں گے جب وہ اس علم کا اظہار کریں گے تو اس کا انکار وہ لوگ کریں گے جو اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرنے والے ہیں۔

امام ابومنصور دیلمی نے اس روایت کو مسند فردوس میں ذکر کیا ہے اور حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نے اپنی کتاب "الاربعین فی التصوف" میں اسے روایت کیا ہے[2]

حدیث و تصوف کے "الشیخ الجامع" حضرت شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" میں لکھتے ہیں شیخ نجیب الدین سہروردی نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا رئیس ابوعلی بن لبہان نے ہمیں خبر دی، انہوں نے کہا میں حسن بن فشاذان انہوں نے کہا میں دعلج بن احمد، انہوں نے کہا میں ابوعبید القاسم بن سلام انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے حجاج نے حماد بن سلمہ سے، انہوں نے علی بن زید سے، انہوں نے حسن (بصری) سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مرفوع کرتے ہوئے کہا:

[1] شیخ عبدالعظیم منذری الترغیب والترھیب، ج ۱ ص ۶۷

[2] شیخ عبدالعظیم منذری الترغیب والترھیب، ج ۱ ص ۶۷

ما نزل من القرآن آية الا ولها ظهر و بطن ولكل حرف حد، ولكل حد مطلع فقلت يا اباسعيد اما المطلع قال قوم يعملون به[1]

قرآن حکیم کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر اس کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے ہر حرف کی ایک حد ہے اور ہر حد کا ایک مطلع ہے میں نے کہا اے ابوسعید! مطلع کیا ہے فرمایا جس کے ساتھ قوم عمل کرتی ہے

حضرت شیخ ابراھیم کردی نے مطلع الجود بتحقیق التنزیہ فی وحدۃ الوجود میں فرمایا ہے عارف باللہ شیخ صفی الدین احمد بن محمد المدنی قدس سرہ نے ہمیں طبرانی کی سند کے ساتھ بتایا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن ماجد بغدادی نے بیان کیا۔ محمد بن علی بن حسن بن شفیق مروزی نے ہم سے بیان کیا ہم سے ابراھیم بن اشعث خراسانی نے جو حضرت فضیل بن عیاض کے صاحب ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض سے انہوں نے ھشام بن حسان سے انہوں نے حضرت حسن بصری سے، انہوں نے حضرت عمران بن حصین سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

من انقطع الى الله كفاه الله كل مؤنة ورزقه من حيث لا يحتسب ومن انقطع الى الدنيا وكله الله اليها۔[2]

جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر مصیبت میں کافی ہوگا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا، اور جو دنیا کی طرف رجوع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اسی کے سپرد کر دے گا۔

اللھم انا نسئلک بشفیع المذنبین خاتم النبیین وآلہ الطاہرین واصحابہ الطیبین واتباعہ

[1] شیخ شہاب الدین سہروردی۔ عوارف المعارف۔ ج ۱ ص ۲۵۴

[2] ابوالقاسم سلیمان طبرانی۔ المعجم الصغیر۔ ص ۶۳

الصادقين وعباد الله الصالحين ايمانًا دائمًا
واسلامًا قائمًا واحسانًا ناميًا وعينًا باكية
وحدا رطبا فى حبك وحب حبيبك ، والنجاة
من فتنة المحيا والممات والشهادة فى سبيلك وفى
بلد رسولك انك على كل شئ قدير وبالاجابة
جدير وصل على خير خلقك محمد وآله و
اصحابه واتباعه واحبابه اجمعين ۔

مآخذ و مراجع

نمبر	مصنف	کتاب	مطبع	سنہ
۱	امام محمد بن اسماعیل بخاری	صحیح البخاری	مطبع ہاشمی میرٹھ	۱۳۲۸ھ
۲	امام محمد بن اسماعیل بخاری	تاریخ الصغیر	انوار احمدی الہ آباد	۱۳۲۵ھ
۳	امام مسلم بن الحجاج القشیری	صحیح المسلم	مطبع المصریہ القاہرہ	
۴	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی	جامع الترمذی	مجتبائی دھلی	
۵	امام علی دار قطنی	سنن دار قطنی	مطبع انصاری دھلی	۱۳۱۰ھ
۶	امام احمد بن حنبل	مسند احمد	مطبع المیمنیہ مصر	۱۳۱۳ھ
۷	امام ابو القاسم طبرانی	المعجم الصغیر	مطبع انصاری دہلی	
۸	امام محمد غزالی	احیاء علوم الدین	مطبع المیمنیہ مصر	
۹	امام ابوبکر الخطیب بغدادی	الکفایہ فی علم الروایہ	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد	۱۳۵۷ھ
۱۰	امام شمس الدین ذہبی	طبقات المشاہیر	مطبعۃ السعادۃ مصر	۱۳۶۹ھ
۱۱	امام شرف الدین نووی	تہذیب الاسماء واللغات	ادارۃ الطبعۃ المنیریہ مصر	
۱۲	امام شرف الدین نووی	شرح صحیح المسلم	مطبع المصریہ قاہرہ	
۱۳	امام ابن الاثیر	جامع الاصول	مطبع السنۃ المحمدیہ	۱۳۶۸ھ
۱۴	امام ابن کثیر	البدایۃ والنہایہ	مطبعۃ السعادۃ مصر	
۱۵	امام ابوطالب مکی	قوت القلوب	مصطفی البابی الحلبی مصر	۱۳۱۸ھ
۱۶	امام ابونعیم اصفہانی	حلیۃ الاولیاء	مطبعۃ السعادہ مصر	۱۳۵۱ھ
۱۷	امام ابن حجر	فتح الباری	المطبعۃ البہیۃ مصر	۱۳۴۸ھ
۱۸	امام ابن حجر	شرح نخبۃ الفکر	مجتبائی دہلی	۱۳۳۲ھ

۱۹- امام ابن حجر	تہذیب التہذیب	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۲۵ھ
۲۰- امام ابن حجر	الصواعق المحرقہ	المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۲ھ
۲۱- امام جلال الدین سیوطی	اتمام الدرایہ	مطبعۃ الادبیہ مصر
۲۲- امام جلال الدین سیوطی	اتحاف الفرقۃ بوصل الخرقہ	بانکی پور بھارت
۲۳- امام جلال الدین سیوطی	الحاوی للفتاوٰی	مطبعۃ السعادۃ مصر
۲۴- شیخ شہاب الدین سہروردی	عوارف المعارف	المطبعۃ المیمنیہ مصر
۲۵- شیخ ابوبکر بن العربی	شرح ترمذی	المطبعۃ المصریہ ازہر قاہرہ
۲۶- شیخ شمس الدین محمد کرمانی	الکوکب الدراری	مؤسسۃ المطبوعات الاسلامیہ
۲۷- امام ابوبکر حازمی	شروط الائمۃ	مطبعہ اعظمیہ حیدرآباد دکن
۲۸- شیخ صفی الدین احمد خزرجی	خلاصۃ التذہیب	المطبعۃ الخیریہ مصر
۲۹- امام عبد اللہ یافعی	مرآۃ الجنان	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن
۳۰- شیخ عبد العظیم منذری	الترغیب و الترہیب	مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۵۲ھ
۳۱- شیخ صفی الدین احمد القشاشی	سمط المجید	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۷ھ
۳۲- شیخ ولی الدین خطیب تبریزی	الکمال فی اسماء الرجال	مجتبائی دھلی ۱۰۴۰ھ
۳۳- شیخ حسین بن محمد دیار بکری	تاریخ الخمیس	المطبعۃ الوھبیہ مصر ۱۲۸۳ھ
۳۴- شیخ ابن تیمیہ	منہاج السنۃ	المطبعۃ البکری الامیریہ بولاق مصر
۳۵- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	قرۃ العینین	مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ

تفسیر الکتابت اینڈ پرنٹنگ پوائنٹ کراچی